اس کائنات سے متعلق تمام احکام و قوانین مندرج ہوئے، یہ حکم بھی مندرج ہوا کہ اس میں قمری مہینوں کے حساب سے ۱۲ مہینوں کا سال ہوگا جن میں سے چار مہینے حرمت والے قرار پائیں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان بارہ مہینوں میں کوئی کمی یا بیشی کرنا یا ان کو آگے یا پیچھے ہٹانا اس خدائی کیلنڈر میں خلل پیدا کرنا ہے جو کائنات کے خالق کے منشا کے بالکل خلاف ہے۔

اصل دینی جنتری

'ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ' یعنی یہی صحیح، فطری اور کائناتی دینی تقویم ہے۔ جس طرح اسلام دین قیم ہے اس لیے کہ اس کی شہادت آفاق و انفس میں موجود ہے اسی طرح یہ قمری جنتری اصل دینی جنتری ہے اس لیے کہ اس کی شہادت آفاق میں موجود ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ جس طرح ہماری کھیتی باڑی میں فصلوں اور موسموں کا اعتبار ہے اسی طرح دینی امور میں بھی اوقات، ایام اور سالوں کا اعتبار ہے۔ جس طرح بے وقت اور بے موسم کی زراعت لاحاصل اور بے برکت ہو کے رہ جاتی ہے اسی طرح بے وقت کی نماز، بے وقت کا روزہ اور بے وقت کا حج بھی لاحاصل ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس وجہ سے یہ ضروری ہوا کہ اس جنتری کو بھی شرعی اور دینی حیثیت حاصل ہو جس کے تحت دین کی عبادات اور اس کے احکام و مناسک منضبط ہوتے ہیں۔ اسی پہلو سے اس تقویم کو دین قیم کہا ہے اس لیے کہ یہ بھی دین ہی کا ایک حصہ اور نہایت ہی اہم حصہ ہے۔ اس میں کوئی تغیر و تبدل کرنا دین میں تحریف کے ہم معنی ہے[1]۔

محترم مہینوں کا احترام

'فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ' یعنی نہ تو ان مہینوں میں ان کی حرمت کے خلاف کوئی کام کرو، نہ ان میں کسی قسم کا ردو بدل کرو۔ اگر تم نے خود پہل کر کے ان میں کوئی جنگ چھیڑی تو اس سے خدا کا کچھ نہیں بگاڑو گے بلکہ خود اپنی ہی جانوں پر ظلم ڈھاؤ گے اس لیے کہ خدا نے ان مہینوں کو جو محترم ٹھہرایا ہے تو تمہارے ہی مفاد کے لیے ٹھہرایا ہے، اسی طرح اگر تم ان میں کوئی ردو بدل کرو گے تو یہ بھی تم اپنے ہی کو نقصان پہنچاؤ گے اس لیے کہ ان کے اندر خدا نے جو برکتیں رکھی ہیں تم ان سے محروم ہو جاؤ گے۔

مشرکین سے من حیث الجماعت جنگ کا حکم

'وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ' مطلب یہ ہے کہ ان مہینوں کے حدود حرمت کا لحاظ رکھتے ہوئے تم ان مشرکین سے جنگ کرو اور یہ جنگ ان مشرکین سے من حیث الجماعت ہو۔ اس بنیاد پر ان کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہ کیا جائے کہ ان میں سے کسی کے ساتھ رشتہ و قرابت یا دوستی کا کوئی تعلق ہے یا خاندان اور قبیلہ کی بنا پر کسی قبیلہ سے ہمدردی ہے یا ان کے کسی گروہ سے کوئی سیاسی یا تجارتی یا معاشی مفاد وابستہ ہے۔ اس قسم کے

---

[1] یہ سوال ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے کہ مسلمان قمری تقویم کے سوا کوئی اور تقویم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں۔ ہماری گزارش کا منشا صرف یہ ہے کہ دینی امور میں صرف یہی تقویم معتبر ہو سکتی ہے اور اس میں کوئی تغیر و تبدل جائز نہیں۔

تمام تعلقات و مفادات بالائے طاق رکھ کے تمام مشرکین کے خلاف بلا استثنا اعلان جنگ کرو۔ اس لیے کہ خود ان کا رویہ تمھارے ساتھ عملاً یہی ہے۔ وہ تمھارے دشمن من حیث الجماعت ہیں۔ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً (وہ کسی مسلمان کے باب میں نہ کسی قرابت کا پاس رکھنے کے لیے تیار ہیں، نہ کسی عہد کا) اسی طرح تم ان کے دشمن من حیث الجماعت ہو اور جس کو پاؤ اس کو قتل کرو۔ البتہ محترم مہینوں کا لحاظ رکھو، ان میں کوئی جنگ پہل کر کے نہ چھیڑو، البتہ دفاعی جنگ، جیسا کہ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں تفصیل گزر چکی ہے، ان میں بھی جائز ہے۔ یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں کے ساتھ ہے جو اس کے حدود و قیود کا پاس و لحاظ رکھنے والے ہیں۔ یہ بات یہاں یاد رکھنے کی ہے کہ عربوں میں خاندانوں اور خاندانوں کے مابین بھی لبسا اوقات حلف اور ولا کی بنیاد پر بڑے گہرے تعلقات ہوتے تھے جن کی ذمہ داریوں کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ یہاں اس عام اعلان برأت کے بعد جو اوپر مذکور ہوا مسلمانوں کو ہدایت ہوئی کہ مشرکین کے خلاف جہادِ عام میں اس قسم کی کسی پابندی کو حائل نہ ہونے دیں بلکہ تمام مشرکین کو بلا استثنا اعلان جنگ دے دیں۔

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (۳۷)

نسی کی نوعیت

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ، 'نسا' کے معنی مؤخر کرنے اور پیچھے ہٹانے کے ہیں۔ اسی سے 'نسأ البعیر دفعہ عن الحوض' ہے جس کے معنی ہیں اونٹ کو پانی کے گھاٹ پہنچنے سے روک دیا 'نسأ الراعی فی ظمء الابل' چرواہے نے اونٹوں کے پانی پلانے کو چند دن پیچھے ہٹا دیا۔ اسی سے 'نسیٔ' کا اسم بنا لیا گیا ہے جس سے عرب جاہلیت کی اصطلاح میں وہ مہینہ مراد ہوتا ہے جس کو چند دن پیچھے ہٹا کر اس کے دنوں میں اضافہ کر دیتے تھے۔ شمسی سال قمری سال سے تقریباً گیارہ دن زیادہ ہوتا ہے۔ قمری سال کی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اہل عرب یہ کرتے کہ اس میں کمی کے بقدر اضافہ کر دیتے جس کی عملی شکل یہ تھی کہ ہر آٹھ سالوں میں تین ماہ بڑھائے جاتے گویا ہر دوسرے یا تیسرے سال کے خاتمہ پر ایک ماہ کبیسہ کا ہوتا۔ اس طرح اپنے زعم کے مطابق انھوں نے قمری مہینوں بالخصوص اشہر حرم کا احترام بھی قائم رکھا تھا اور اپنے تجارتی فوائد و مصالح کے نقطۂ نظر سے اس کو شمسی بھی بنا لیا تھا۔ اہل عرب نے تو یہ، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، اس تخیل کے تحت کیا کہ اس طرح اشہر حرم کی تعداد بھی پوری ہو جاتی ہے جو دینداری کا مقتضی ہے اور ان کا کاروباری مفاد بھی محفوظ ہو جاتا ہے لیکن قرآن نے ان کی اس دینداری کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کو ان کے کفر میں ایک اضافہ قرار دیا جو راہ راست اور دین قیم ملت ابراہیم سے ان کے مزید انحراف کا موجب ہوا۔

'يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ'

نسئی کے مفاسد

یہ دلیل ارشاد ہوئی کہ کیوں یہ چیز کفر میں ایک اضافہ ہے۔ فرمایا کہ اس وجہ سے کہ اس طرح خدا کے محترم کیے ہوئے مہینوں کی گنتی تو ضرور پوری ہو جاتی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ اللہ کے محترم قرار دیے ہوئے مہینے شمسی سال کے اس چکر میں آ کر کبھی محترم بن جاتے ہیں کبھی غیر محترم درآنحالیکہ اللہ نے جن مہینوں کو محترم قرار دیا محترم وہی ہیں، نہ یہ کسی دوسرے مہینے سے تبدیل ہو سکتے نہ ان کا احترام کسی دوسرے مہینے کی طرف منتقل ہو سکتا۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اس طرح قمری سال کو شمسی سال میں تبدیل کرنے کی جو کارروائی عمل میں آتی اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ موسم حج اور اشہر حرم سب ۳۳ سال کے لیے اپنی جگہ سے ہٹ جاتے۔ ۳۳ سال کی گردش کے بعد پھر یہ اپنی جگہ پر ایک مرتبہ کے لیے واپس آتے۔ تقدیر الٰہی نے یہ انتظام کیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر، جب سرورِ عالم نے حج ادا فرمایا، اپنی گردش پوری کر کے حج ٹھیک اس تاریخ کو پڑا جو اس کی اصل خدائی اور ابراہیمی تاریخ تھی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ ان الزمان استدار کھیئتہ یوم خلق السموت والارض (زمانہ گردش کر کے اپنی اصلی ہیئت پر آ گیا ہے جو ہیئت اس کی اس دن قرار پائی تھی جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا) اسی دن سے آپ نے اس خدائی تقویم کے نفاذ کا اعلان فرما دیا اور نسئی کی تقویم ختم کر دی۔ حضور کے الفاظ میں صاف اس آیت کی جھلک ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ

'زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ' یعنی یہ کفر و اسلام دونوں کا جوڑ ملا کر اشہر حرم کی گنتی پوری کرنے کی جو نمائش کی گئی یہ دین داری نہیں ان کی بد عملی ہے جو ان کی نگاہوں میں کھبا دی گئی ہے جس کو یہ دین سمجھے بیٹھے ہیں۔ اللہ ایسے کافروں کو بامراد نہیں کرے گا اس طرح کی دینداری قیامت میں اکارت ہو کے رہ جائے گی۔

۶۔ آگے کا مضمون ——— آیات ۳۸-۴۲

اوپر مشرکین اور اہل کتاب کے خلاف اعلانِ جہاد کر دینے کے بعد آگے کلام کا رخ منافقین کی طرف مڑ گیا ہے اور آخر سورہ تک انہی کا تعاقب فرمایا ہے۔ گویا کھلے ہوئے دشمنوں کے بعد اب یہ اسلام اور مسلمانوں کے چھپے ہوئے دشمنوں کی طرف توجہ فرمائی گئی ہے اور پوری تفصیل سے ان کی ایک ایک کمزوری اور ایک ایک شرارت بے نقاب کر کے رکھ دی گئی ہے تاکہ مسلمان ان سے اچھی طرح آگاہ ہو جائیں اور ان کے اٹھائے ہوئے فتنوں میں مبتلا نہ ہوں۔ اس سے پہلے منافقین کے رویہ پر جو تنقید بھی ہوئی اس کا لب و لہجہ نرم رہا ہے لیکن اس سورہ میں جس طرح مشرکین اور اہل کتاب کے

باب میں آخری فیصلہ کا اعلان کر دیا گیا ہے اسی طرح منافقین کے بارے میں بھی ایک قطعی فیصلہ سنا دیا گیا ہے تاکہ ان میں سے جن کے اندر توبہ اور اصلاح کی کوئی صلاحیت باقی ہے۔ وہ توبہ اور اصلاح کے لیے اسلامی معاشرہ کے صالح جزو بن جائیں اور جو بالکل مردہ ہو چکے ہیں وہ خس و خاشاک کے اس ڈھیر میں شامل ہو جائیں جس کے صاف کر دینے کا آخری فیصلہ قدرت کی طرف سے ہو چکا ہے ——— آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۳۸-۴۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾ انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٤٢﴾

ع ۵ ۱۲

ترجمۂ آیات ۳۸-۴۲

اے ایمان والو، تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو تو تم زمین پر ڈھیے پڑتے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابل میں دنیا کی زندگی پر قانع ہو بیٹھے ہو؟ آخرت کے مقابلے میں یہ دنیا کی زندگی تو نہایت ہی حقیر ہے۔ اگر تم نہ اٹھو گے تو خدا تمھیں دردناک عذاب دے گا اور تمھاری جگہ دوسری قوم لائے گا اور تم اس کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر بات پر قادر ہے۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو کچھ پروا نہیں۔ اس کی مدد تو اللہ نے اس وقت فرمائی جب کہ کافروں نے اس کو اس حال میں نکالا کہ وہ صرف دو کا دوسرا تھا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جب کہ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ تم غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور اس کی مدد ایسی فوجوں کے ذریعے سے کی جو تمھیں نظر نہیں آئیں۔ اور اس نے کافروں کی بات پست کی اور اللہ ہی کا کلمہ بلند رہا۔ اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔ ۳۸-۴۰

اٹھو، معمولی سامان کے ساتھ بھی اور بھاری سامان کے ساتھ بھی، اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اگر نقد تر ہوتا اور سفر آسان تو یہ تمھارے پیچھے ضرور لگ جاتے لیکن ان پر یہ منزل کٹھن ہو گئی اور اب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم نکل سکتے تو تمھارے ساتھ ضرور نکلتے یہ خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ ۴۱-۴۲

الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ط اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ج فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ (۳۸)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ

نفار، نفور، نفیر، کے معنی جنگ یا اسی نوع کے کسی اور مقصد کے لیے نکلنے اور اٹھنے کے ہیں۔

تثاقل اور اِثّاقل ایک ہی لفظ ہے۔ معنی اس کے کسی شے کو بوجھ محسوس کرنا اور لدھڑ بن جانا ہے۔ اس کے ساتھ اِلَی الْاَرْضِ کے اضافہ نے مضمون کو بالکل مصوّر کر دیا ہے کہ تمھیں جنگ کے واسطے اُٹھنے کو کہا جاتا ہے اور تم لدھڑ بن کر زمین پر ڈھئے پڑے رہے ہو۔

منافقین سے خطاب

آیت میں خطاب اگرچہ عام ہے لیکن روئے سخن ان منافقین ہی کی طرف ہے جو اپنی تن آسانیوں اور مفاد پرستیوں کے سبب سے، جہاد کی منادیٔ عام کے باوجود اس سے جی چرا رہے تھے۔ فرمایا کہ یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ ایمان کے مدعی ہو اور اس کے لیے بدیہی مطالبہ کے معاملے میں تمھارا حال یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بھاری بوجھ نے تمھاری کمریں توڑ کے رکھ دی ہیں اور تمھارے لیے اٹھنا پہاڑ ہو رہا ہے۔

منافقین کی اصل بیماری حبِّ دنیا

اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ج فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ یہ استفہام کے اسلوب میں ان کی اصل بیماری کا پتہ دیا گیا ہے کہ یہ آخرت سے صرف نظر کر کے صرف دنیا کی زندگی اور اس کی لذتوں اور راحتوں پر قانع ہو گئے ہیں۔ یہی دنیا ان کے لیے سب کچھ ہے۔ وہ اس عیشِ نقد کو کسی نسیہ کی خاطر منغّص کرنا نہیں چاہتے حالانکہ آخرت میں جب حقیقت کھلے گی تب معلوم ہو گا کیسی حقیر چیز کے لیے کیسی لازوال بادشاہی انھوں نے کھو دی۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْئًا ط وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

منافقین کو دھمکی

یہ ان منافقین کو دھمکی ہے کہ اگر تم خدا کی راہ میں جہاد کے لیے نہ اٹھے تو خدا کے دردناک عذاب کی پکڑ میں آ جاؤ گے اور یہ نہ خیال کرو کہ اس نہ اٹھنے سے خدا کا کوئی کام بگڑ جائے گا۔ تمھارا اُٹھنا خود تمھارے لیے موجب سعادت دنیا و آخرت ہے۔ ورنہ خدا کا کوئی کام تمھارے اوپر منحصر نہیں ہے۔ وہ اپنے دین کی حمایت و نصرت کے لیے اپنے دوسرے بندے اٹھا کھڑا کرے گا جو تمھاری طرح تن آسان، پست ہمت اور مفاد پرست نہیں ہوں گے۔ سورۂ محمد میں یہی مضمون اس

طرح بیان ہوا ہے وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (۳۸)

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بیک وقت کئی حقیقتوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ایک یہ کہ خدا تمہیں عذاب دینے پر قادر ہے، دوسری یہ کہ تمہاری جگہ دوسروں کو اٹھا کھڑا کرنے پر قادر ہے، تیسری یہ کہ وہ اپنی ہر اسکیم بروئے کار لانے پر قادر ہے، اپنے کسی بھی ارادے کی تکمیل میں وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۴۰)

'تَنْصُرُوهُ' میں ضمیر مفعول، آگے کے قرائن دلیل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے آپؐ نے لوگوں کو اس جہاد کی دعوت دی تھی۔ اوپر والی آیت میں منافقین سے جس بے نیازی کا اظہار فرمایا ہے اسی بے نیازی کی یہ دلائل کی روشنی میں مزید وضاحت ہے۔ فرمایا کہ پیغمبر جس اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اٹھے ہیں اگر اس کام میں تم نے ان کا ساتھ نہ دیا تو یہ نہ سمجھو کہ یہ کام رک جائے گا۔ جس خدا نے ہجرت سے لے کر اب تک ہر قدم پر اس کی مدد فرمائی ہے وہ اب بھی اس کی مدد کو موجود ہے۔ یاد کرو کہ ایک دن وہ تھا جب کفار نے اس حال میں اس کو گھر سے نکالا کہ وہ صرف دو کا دوسرا تھا، کوئی تیسرا اس کے ساتھ نہ تھا۔ یہ اشارہ ہے سفر ہجرت کی طرف جس میں صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے ساتھ تھے اور سارا قریش آپؐ کے خون کا پیاسا تھا لیکن آپؐ سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل آئے اور کوئی آپؐ کا بال بیکا نہ کر سکا) پھر یاد کرو اس وقت کو جب نبیؐ اور صدیقؓ دونوں غار ثور میں پناہ گیر تھے اور دشمن تعاقب میں نقش قدم کی ٹوہ لگاتے ہوئے غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ نبیؐ کے واحد ساتھی کو یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ اب ہم دشمن کے نرغے میں ہیں اور خدانخواستہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے لیے آخری خطرہ سامنے آ گیا ہے لیکن پیغمبرؐ نے اپنے ساتھی کو تسلی دی کہ تم ذرا غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے، وہ ہماری حفاظت فرمائے گا چنانچہ اللہ نے اس پر اپنی جانب سے سکینت و طمانیت نازل فرمائی۔ پھر یاد کرو کہ کتنی جنگیں ان کفار کے ساتھ ہو چکی ہیں جن میں خدا کی غیر مرئی فوجیں پیغمبرؐ کی مدد و نصرت کے لیے اس کے ہم رکاب رہی ہیں یہاں تک کہ کفر سرنگوں اور دین کا بول بالا ہو گیا۔ غور کرو کہ کیا یہ پیغمبرؐ جس کی نصرت کے لیے خدا کی یہ شانیں ظاہر ہوئی ہیں وہ تم جیسے لوگوں کی مدد کا محتاج ہو سکتا ہے! اس کا خدا عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ وہ جس کام کو کرنا چاہے کسی کی طاقت نہیں کہ کوئی اس میں مزاحم ہو سکے اور اس کے ہر کام میں ایسی حکمت ہوتی ہے کہ کوئی اس حکمت کو پا نہیں سکتا۔

پیغمبرؐ کے ساتھ خدا کی مدد

جہاد میں سروسامان کی کمی کوئی عذر نہیں ہے

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۴۱)

'خفاف'، 'خفیف' کی اور 'ثقال'، 'ثقیل' کی جمع ہے۔ یہاں 'خفیف' کا لفظ اس شخص کے لیے استعمال ہوا ہے جس کے پاس عسرت کے سبب سے زیادہ سروسامان جنگ اور زادِ سفر نہ ہو۔

'ثقیل'، جس کا حال اس کے برعکس ہو۔ یعنی وہ سروسامان سے بھرپور اور اسلحہ سے لیس ہو۔

مطلب یہ ہے کہ سروسامان کی کمی کو، جیسا کہ آگے آرہا ہے، جہاد سے غیر حاضری کے لیے عذر اور بہانہ نہ بناؤ۔ جو سروسامان بھی میسر آسکے، کم یا زیادہ، اس کو فراہم کر کے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔ یہی تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اس کی سعادتوں اور برکتوں کی بھی کوئی حد و نہایت نہیں ہے اور بصورت محرومی اس کے خسران کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۴۲)

غزوۂ تبوک میں منافقین کی کمزوری

'شُقَّةٌ' اس مسافت کو کہتے ہیں جو ایک مسافر طے کرتا ہے۔ 'بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ' کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں کہ ان آیات میں منافقین کی ان کمزوریوں پر ان کو تنبیہ کی جا رہی ہے جو غزوۂ تبوک کے موقع پر ظاہر ہوئیں اس لیے کہ یہی غزوہ ہے جس میں موسم کی ناسازگاری کے ساتھ طولِ مسافت کی آزمائش سے بھی مجاہدین کو سابقہ پیش آیا۔ یہ غزوہ رجب ۹ھ میں پیش آیا۔ موسم گرم تھا۔ فصل پک کر تیار تھی۔ مسافت طویل تھی پھر مقابلہ بھی ایک منظم اور کثیر التعداد فوج سے تھا اس وجہ سے منافقین کی کمزوری اس موقع پر بالکل ہی بے نقاب ہو گئی۔ انھوں نے بے سروسامانی کا عذر اور دوسرے جھوٹے بہانے تراش کر اس جنگ کے لیے نکلنے سے گریز کیا۔ اگرچہ ان لوگوں کی بہانہ بازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں تھی لیکن آپ نے اپنی کریم النفسی کے سبب سے ان سے اغماض فرمایا۔ آپ نے تو اغماض فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں سے نقاب الٹ دی تاکہ جو اپنی اصلاح کرنا چاہیں وہ اصلاح کر لیں ورنہ کم از کم مسلمان ان کی چھوت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ فرمایا کہ اگر ان کو توقع ہوتی کہ صعوبتِ سفر اور کسی خطرے کے بغیر مالِ غنیمت ہاتھ آجائے گا تو تمھارے ساتھ ہو لیتے لیکن سامنے کٹھن منزل تھی اس وجہ سے ان کی ہمتیں پست ہو گئیں لیکن یہ اپنی کمزوری کا اعتراف کرنے کے بجائے ایک ایک کو قسمیں کھا کھا کے اطمینان دلانے کی کوشش کریں گے کہ اس جہاد میں ان کی عدم شرکت کا باعث بزدلی نہیں بلکہ یہ ہے کہ وہ اس کے لیے سامان نہیں کر پائے۔ اگر سامان کر پاتے تو پیچھے رہنے والے نہیں تھے۔ فرمایا کہ 'يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ' ان جھوٹے عذرات سے وہ اپنے آپ کو اپنی دانست میں بچانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن

حقیقت میں وہ اپنے کو بچا نہیں رہے ہیں بلکہ ہلاکت کے گڑھے میں جھونک رہے ہیں۔ اس لیے کہ نفیرِ عام کی صورت میں جہاد سے فرار کی سزا بڑی ہی سخت ہے۔ بقرہ آیت ۱۹۵ کے تحت ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ خدا کے فرائض سے فرار درحقیقت ہلاکت کی طرف فرار ہے۔

۸۔ آگے کا مضمون —— آیات ۴۲-۶۰

آگے کی آیات میں پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت دلنواز انداز میں آپ کی اس نرمی پر ٹوکا ہے جو آپ بربنائے کریم النفسی منافقین کے تراشیدہ عذرات قبول کر لینے میں ظاہر فرماتے تھے۔ پھر آپ کے سامنے منافق اور مخلص کے درمیان امتیاز کے لیے ایک کسوٹی رکھ دی گئی ہے کہ سچے اور پکے مسلمان کبھی تمہارے سامنے جہاد سے معذرت پیش کرنے کے لیے نہیں آئیں گے۔ معذرت پیش کرنے کے لیے وہی آتے ہیں جن کے دلوں میں نفاق کا چور چھپا ہوا ہوتا ہے اور ان کے اس نفاق کے سبب سے اللہ نے ان کے لیے یہی چاہا ہے کہ وہ اس سعادت سے محروم ہی رہیں۔

پھر مسلمانوں کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ منافقین جہاد کے لیے نہیں نکلے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہی ہوا اس لیے کہ اگر یہ نکلتے تو مسلمانوں کے اندر اسی طرح کی فتنہ انگیزیاں کرتے جس کے تجربے پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ یہ بظاہر ہیں تو تمہارے ساتھ لیکن یہ ایجنٹ دوسروں کے ہیں۔

اس کے بعد بعض ایسے منافقین کی طرف اشارہ فرمایا ہے جنھوں نے عذر تراشنے میں کچھ دینداری کی بھی نمائش کی تھی کہ گویا وہ اپنے دین و اخلاق کو فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لیے اس جنگ میں نہیں جا رہے ہیں۔ ان کی اس جھوٹی دینداری پر برسرِموقع گرفت فرمائی اور اچھی طرح ان کی قلعی کھول کر دکھا دیا کہ ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیا بغض بھرا ہوا ہے۔

پھر منافقین کو دھمکی دی کہ تمہارا کوئی انفاق بھی خدا کے ہاں مقبول نہیں اس لیے کہ تم ایمان سے عاری ہو۔ تمہارا انفاق مجبورانہ اور تمہاری نماز ریاکارانہ ہے۔ ساتھ ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ ان لوگوں کو ذرا وقعت نہ دو۔ ان لوگوں کا مال دین کے کام آنے والا نہیں۔ یہ ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں موجبِ وبال بننے والا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر یہ تمہارے ساتھ بندھے ہوئے ہیں تو اس کا سبب یا تو ڈر ہے یا طمع۔ چونکہ ان کے سامنے کوئی راہ فرار باقی نہیں رہی ہے اس وجہ سے یہ تمہارے اندر گھسے ہوئے ہیں۔ ان کی طمع کا حال اس سے ظاہر ہے کہ تم پر الزام لگاتے ہیں کہ تم صدقات کی مد سے ان کو بھرپور نہیں دیتے۔ اس کے ساتھ ہی صدقات کے مصارف کی وضاحت فرما دی تاکہ کوئی شخص صدقات کی حرص میں ناخواندہ مہمان بننے کی کوشش نہ کرے۔ آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آيات ٤٣-٦٠

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ
صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ
فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ
عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا
مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا
وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ
لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ
وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ
كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي
الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ اِنْ
تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَا
اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ
لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ
بِنَآ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ
اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ

مُّتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾ قُلْ أَنفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّن يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿٥٤﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٥٥﴾ وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿٥٦﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿٥٧﴾ وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾

ترجمہ آیات ۴۳-۶۰

اللہ نے تمھیں معاف کیا، تم نے ان کو اجازت کیوں دے دی، یہاں تک کہ جو راست باز ہیں وہ بھی تم پر ظاہر ہو جاتے اور جھوٹوں کو بھی تم جان لیتے۔ جو اللہ اور آخرت پر سچا ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی مال و جان سے جہاد نہ کرنے کی تم سے رخصت

مانگنے نہیں آئیں گے۔ اللہ اپنے متقی بندوں سے خوب باخبر ہے۔ رخصت مانگنے کے لیے تو وہی آتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جن کے دل شک میں مبتلا ہیں، اور وہ اپنے شک میں ڈانواڈول ہیں اور اگر وہ نکلنا چاہتے تو کچھ سامان کر ہی لیتے لیکن اللہ نے ان کے اٹھنے کو پسند نہیں کیا تو ان کو بٹھا دیا اور کہہ دیا گیا کہ جاؤ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھو۔ ۴۳-۴۶

اگر یہ لوگ تم میں مل کر نکلتے تو تمھارے لیے خرابی ہی بڑھانے کے باعث بنتے اور تمھارے درمیان ان کی ساری بھاگ دوڑ فتنہ انگیزی کے لیے ہوتی۔ اور تم میں ان کی سننے والے ہیں اور اللہ ظالموں سے خوب باخبر ہے۔ یہ پہلے بھی فتنہ انگیزی کی کوشش کر چکے ہیں اور انھوں نے واقعات کی صورت تمھارے سامنے بدلی یہاں تک کہ ان کے علی الرغم حق آگیا اور اللہ کا حکم ظاہر ہوا۔ ۴۷-۴۸

اور ان میں وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے رخصت دے دیجیے اور فتنہ میں مبتلا نہ کیجیے سن لو یہ فتنہ میں گر چکے۔ اور بے شک جہنم کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اگر تمھیں کوئی کامیابی حاصل ہوتی ہے تو انھیں دکھ ہوتا ہے اور اگر تمھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں خوب ہوا ہم نے پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا اور مگن ہو کر لوٹتے ہیں۔ ان کو بتا دو کہ ہمیں صرف وہی چیز پہنچے گی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ رکھی ہے۔ وہ ہمارا مولیٰ ہے۔ اور اللہ ہی پر اہلِ ایمان کے لیے بھروسہ کرنا زیبا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ تم تو بہر حال ہمارے لیے دو بھلائیوں ہی میں سے کسی ایک کے متوقع ہو۔ لیکن ہم تمھارے باب میں اس امر کے متوقع ہیں کہ اللہ یا تو تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیجے گا یا ہمارے

ہاتھوں۔ تو تم بھی متوقع رہو، ہم بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں شامل ہیں۔ ۴۹-۵۲

ان سے کہہ دو تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تمھارا کوئی انفاق قبول نہیں ہوگا، تم بدعہد لوگ ہو۔ یہ اپنے انفاق کی قبولیت سے صرف اس وجہ سے محروم ہوئے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا کفر کیا اور نماز کے لیے جو آتے ہیں تو ہارے باندھے آتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں تو بادل ناخواستہ۔ تو تم ان کے مال و اولاد کو کچھ وقعت نہ دو۔ اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ یہ چیزیں ان کے لیے اس دنیا کی زندگی میں موجب عذاب بنیں اور ان کی جانیں حالتِ کفر میں نکلیں۔ ۵۳-۵۵

اور یہ اللہ کی قسمیں کھا کھا کے اطمینان دلاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں، بلکہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ اگر یہ کوئی ٹھکانا، کوئی غار یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ پا جاتے تو رسی تڑا کر ادھر کو بھاگ کھڑے ہوتے۔ اور ان میں وہ بھی ہیں جو تم پر صدقات کے بارے میں عیب لگاتے ہیں۔ اگر اس میں سے پاتے ہیں تو راضی رہتے ہیں اور اگر نہیں پاتے تو برہم ہو جاتے ہیں اور اگر وہ اس پر قانع رہتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول نے دیا اور کہتے کہ ہمارے لیے اللہ ہی بس ہے، اللہ اپنے فضل سے ہمیں نوازے گا اور اس کا رسول بھی، ہم تو اللہ ہی کے تمنائی ہیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ صدقات تو بس محتاجوں، مسکینوں، عاملینِ صدقات اور تالیفِ قلوب کے سزاواروں کے لیے ہیں اور اس لیے کہ یہ گردنوں کے چھڑانے، تاوان زدوں کے سنبھالنے، اللہ کی راہ اور مسافروں کی امداد میں خرچ کیے جائیں۔ یہ اللہ کا مقرر کردہ فریضہ ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ ۵۶-۶۰

۹۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (۴۳)

آنحضرتؐ کی کریم النفسی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش

چشم پوشی اور مسامحت کریم النفسی کا ایک لازمی مقتضا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح تمام اعلیٰ صفاتِ انسانی کے مظہر تھے، اسی طرح آپؐ میں چشم پوشی کی صفت بھی کمال درجہ موجود تھی۔ منافقین آپؐ کی اس کریم النفسی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے۔ فرائضِ دینی بالخصوص فریضۂ جہاد سے فرار کے لیے وہ مختلف قسم کے جھوٹے عذرات تراشتے اور آپؐ کی خدمت میں پیش کر کے گھر بیٹھ رہنے کی اجازت مانگتے۔ حضورؐ ان کے ان بناوٹی عذرات سے اچھی طرح واقف ہوتے لیکن بربنائے کریم النفسی، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، درگزر فرما جاتے اور ان کو اجازت دے دیتے۔ حضورؐ کی اس اجازت سے فائدہ اٹھا کر چونکہ ان کو اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کا ایک موقع مل جاتا جس سے ان کی فریب کاری پختہ ہوتی جا رہی تھی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ فرمایا۔ لیکن متنبہ فرمانے کا انداز بہت دلنواز ہے۔ بات کا آغاز ہی عفو کے اعلان سے فرمایا کہ واضح ہو جائے کہ مقصود سرزنش اور عتاب نہیں بلکہ توجہ دلا دینا ہے کہ منافقین تمہاری کریم النفسی سے بہت غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ تم اپنی چشم پوشی کی وجہ سے ان کے عذرات کو لا طائل سمجھنے کے باوجود ان کو اجازت دے دیتے ہو جس سے وہ دلیر ہوتے جاتے ہیں کہ ان کی مکاری کامیاب ہو گئی حالانکہ اگر تم اجازت نہ دیتے تو ان کا بھانڈا پھوٹ جاتا۔ ان کے جھوٹوں اور سچوں میں امتیاز ہو جاتا۔ تمہاری اجازت کے بغیر جو گھر میں بیٹھ رہتے ہر شخص پہچان جاتا کہ یہ منافق ہیں لیکن وہ تمہاری اجازت کو اپنے چہرے کی نقاب بنا لیتے ہیں۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢبِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ (۴۴-۴۵)

باایمان معذورین اور منافقین کے درمیان واضح فرق

یہ ایک نمایاں فرق واضح فرما دیا ہے مخلصین اور منافقین کے درمیان کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر سچا اور پکا ایمان رکھتے ہیں وہ تمہارے پاس جہاد سے رخصت کی درخواستیں لے کر نہیں آتے۔ اللہ اپنے متقی بندوں سے خوب باخبر ہے۔ یہ رخصت کی درخواستیں وہی لوگ لے کر آتے ہیں جن کا اللہ اور آخرت پر سچا ایمان نہیں ہے بلکہ ان کے دلوں سے شک کا روگ چمٹا ہوا ہے جس کے سبب سے وہ زبان سے تو اللہ اور رسول کے ساتھی بنے ہوئے ہیں لیکن ان کے دل ڈانواڈول ہیں۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ یہاں زیر بحث وہی لوگ ہیں جو خود تو جھوٹے عذرات کی آڑ لے کر اپنے کو معذور

ٹھہراتے ہیں لیکن کسی دوسرے کو اپنے ان عذرات پر مطمئن نہیں کر سکتے تھے اس لیے کہ جہاد کے لیے جو چیزیں عذر بن سکتی ہیں وہ ایسی نہیں ہیں کہ دوسروں سے مخفی رہ سکیں۔ جو لوگ واقعی معذور ہوتے ہیں ان کا عذر بدیہی ہوتا ہے اور ہر شخص ان کو معذور ٹھہراتا ہے چنانچہ اسی سورہ میں آگے ان حقیقی معذورین کی تفصیل بھی بیان فرمادی ہے۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (۹۱-۹۲)	کمزوروں، مریضوں اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں ہے جن کو زاد و راحلہ میسر نہیں ہے جب کہ وہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ رہیں۔ خوب کاروں پر کوئی الزام نہیں ہے۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے اور ان لوگوں پر بھی کوئی الزام نہیں ہے جو تمھارے پاس آتے ہیں کہ تم ان کے لیے کوئی سواری کا انتظام کر دو اور تم ان کو جواب دیتے ہو کہ میرے پاس تمھارے لیے سواری کا کوئی بندوبست نہیں ہے تو وہ تمھارے پاس سے اس حال میں لوٹتے ہیں کہ شدت غم سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوتی ہیں کہ افسوس ان کے پاس مصارف کا انتظام نہیں۔

میرا ذہن بار بار اس طرف جاتا ہے کہ 'وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ' میں ایسے ہی بااخلاص معذورین کی طرف اشارہ ہے۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ (۴۶)

توفیق باندازہ ہمت

یعنی ان کے سارے عذرات محض بناوٹی ہیں۔ اگر ان کے اندر جہاد کے لیے اٹھنے کا ارادہ موجود ہوتا تو کچھ نہ کچھ سامان تو یہ کر ہی لیتے، اگر بھرپور نہیں تو معمولی سامان، بقدر ضرورت مہیا کر لینا تو ان کے لیے کچھ دشوار نہ ہوتا لیکن ان کے اندر ارادہ ہی موجود نہیں تھا اور سنت الٰہی ازل سے یہ مقرر ہے کہ جو لوگ نیکی کمانے کے لیے خود اپنے ارادے کو حرکت میں نہیں لائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو توفیق بھی ارزانی نہیں ہوگی۔

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے

انھوں نے اپنے لیے بچوں اور عورتوں، بوڑھوں اور مریضوں کی طرح گھر میں بیٹھے رہنا پسند کیا تو خدا نے بھی ان کو عزم و حوصلہ سے محروم کر دیا۔

'تثبیط' کے معنی کسی کو کسی کام سے روک دینے اور ہٹا دینے کے ہیں۔ یہ توفیق کے باب میں سنّت الٰہی کا بیان ہے جس کی وضاحت ہم متعدد مقامات میں کر چکے ہیں 'اُقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ' میں اسلوب طنز کا ہے کہ جب میدان میں نکلنے کی ہمت سے عاری ہو تو جاؤ گھروں میں بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھو۔ آگے کی بعض آیات میں یہ طنز اور بھی تیز ہو گیا ہے۔

توفیق کے باب میں سنت الٰہی

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۔ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰي جَاۗءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (۴۷-۴۸)

'لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا۔ الآیۃ' 'خبال' کے معنی خرابی اور فساد کے اور ایضاع کے معنی بھاگ دوڑ کرنے کے ہیں۔

منافقین کی فتنہ انگیزیاں

مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ جنگ کے لیے نہیں نکلے تو مصلحت الٰہی یہی تھی کہ یہ نہ نکلیں۔ اگر یہ تمھارے ساتھ ہو کر نکلتے تو تمھارے لیے یہ مفید بننے کے بجائے الٹے مصیبت بنتے، ان کی ساری بھاگ دوڑ تمھارے درمیان کوئی نہ کوئی فتنہ اٹھانے کی راہ میں ہوتی۔

'وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ' یعنی تمھاری اپنی صفوں کے اندر بھی ان منافقین کی باتیں سننے اور ماننے والے موجود ہیں۔ یہ اشارہ ان سادہ لوح مسلمانوں کی طرف ہے جو اگرچہ منافق نہیں تھے لیکن اپنی سادہ لوحی کے سبب سے بسا اوقات ان منافقین کے چکمے میں آجاتے تھے۔ ان دو لفظوں میں نہایت لطیف طریقے سے ان کی طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ مسلمان اپنے اندر کے ان لوگوں سے بھی بے خبر نہ رہیں جو فتنہ پردازوں کے فتنوں سے متاثر ہونے کے معاملے میں بڑے حساس اور بڑی آسانی سے آگ پکڑ لینے والے ہیں۔ 'سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ' کی لغوی تحقیق مائدہ کی آیت ۴۱ کے تحت بیان ہو چکی ہے 'وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ' دھمکی کے موقع میں ہے۔ یعنی اللہ ان ظالموں سے اچھی طرح باخبر ہے۔ ایک دن یہ کیفر کردار کو پہنچیں گے۔

منافقین کی پچھلی شرارتوں کی طرف اشارہ

'لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ' ... الآیۃ یہ اس گروہ منافقین کی بعض پچھلی شرارتوں کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان کے درمیان فساد برپا کرنے کے لیے کیں۔

یعنی معاملہ کچھ اور تھا، انھوں نے اپنی ملمع سازی اور فتنہ پردازی سے اس کو کچھ کا کچھ بنا دینے کی کوشش کی۔ قرآن نے صرف اجمالی اشارے پر اکتفا کیا ہے اس لیے کہ یہ باتیں مسلمانوں سے مخفی نہیں تھیں۔ یہی لوگ تھے جنھوں نے جنگ بدر کے موقع پر، جیسا کہ تفصیل گزری، اللہ اور رسول کا منشا واضح ہونے کے باوجود مسلمانوں کو قافلۂ تجارت پر حملہ کرنے کی راہ سجھانے کی کوشش کی، انہی لوگوں نے جنگ احد کے موقع پر پہلے تو شہر میں محصور ہو کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا پھر جب ان کا مشورہ قبول نہیں ہوا تو عبداللہ بن ابی اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر عین موقع پر الگ ہو گیا پھر جنگ کے بعد

اسی کے ہم خیالوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا کہ نعوذ باللہ آپؐ قوم کے بدخواہ ہیں کہ خیرخواہوں کے مشورے کے خلاف ایک غلط مقام پر لے جا کر ہمارے بھائیوں کو کٹوا دیا اور شکست کا سبب بنے۔ پھر یہی لوگ تھے جنھوں نے جنگ مریسیع کے موقع پر اپنی فتنہ انگیزی سے ایسی صورت پیدا کر دی کہ انصار اور مہاجرین کے درمیان تلوار چلتے چلتے رہ گئی۔ اسی سلسلے میں ان کی ایک نہایت سنگین شرارت واقعۂ افک کی شکل میں ظاہر ہوئی جو بات کا بتنگڑ بنانے کی ایک نہایت گھنونی مثال ہے۔ حنین کے موقع پر تقسیم غنیمت کے معاملے میں انھوں نے اپنی بدطینتی سے دلوں میں سخت کدورت پیدا کر دینے کی کوشش کی۔ غرض جو موقع بھی ان کے ہاتھ آیا اس سے فائدہ اٹھا کر انھوں نے مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی مفسدانہ سرگرمیوں کے علی الرغم ان کے فتنوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (۴۹)

نفاق تقویٰ کے بھیس میں

یہ بعض ایسے منافقین کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے جنگ تبوک میں عدم شرکت کے لیے یہ متقیانہ قسم کا بہانہ پیش کیا تھا کہ وہ عورت کے معاملے میں چونکہ بہت بے صبر ہیں اس وجہ سے انھیں اس جنگ کی شرکت سے معاف رکھا جائے مبادا وہ رومی عورتوں کے حسن و جمال سے کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔ اگرچہ یہ عذر پیش تو ایک آدھ احمقوں نے ہی کیا ہو گا لیکن یہ عذر کی ایک ایسی قسم تھی جس پر تقویٰ اور دین داری کا ملمع چڑھانے کی کوشش کی گئی تھی اس وجہ سے قرآن نے اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا تاکہ مسلمانوں کو شیطان کے ایک خاص حربے سے آگاہ کر دیا جائے کہ کبھی کبھی وہ تقویٰ کے بھیس میں بھی حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ عذر اسی قسم کا عذر ہے جیسا کہ بعض مدعیان تقویٰ نماز باجماعت کی حاضری سے متعلق پیدا کر لیتے ہیں اور اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ مسجدوں کی حاضری سے اس لیے بچتے ہیں کہ اپنے آپ کو ریا کے فتنہ سے محفوظ رکھیں۔

'اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا' نہایت بلیغ فقرہ ہے۔ یعنی تبوک پہنچ کر فتنہ میں مبتلا ہونا تو ابھی دور کی بات تھی، یہ تو گھر بیٹھے ہی فتنہ میں اوندھے منہ گر پڑے۔ اس لیے کہ فرائض دینی سے فرار کے لیے اس قسم کا عذر تراشنا بجائے خود ایک ایسا فتنہ ہے جس کے بعد ان کی خانہ ویرانی کے لیے کسی اور فتنہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ان کی ایمانی و اخلاقی موت کے لیے رومی حسیناؤں کے چہرے سے زیادہ ان کا یہ اپنا ہی چہرہ زیادہ مہلک ہے۔

'وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ' سے ایک بات تو یہ نکلی کہ اس قسم کے سارے بہانہ باز کافر ہیں۔ دوسری بات یہ نکلی کہ یہ خدا سے فرار کے لیے جتنے بہانے چاہیں ڈھونڈ نکالیں لیکن خدا کی جہنم ان کا ہر طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ اس سے نہیں بھاگ سکتے۔

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ (٥٠)

منافقین کا اصل باطن

یہ ان کے اصل باطن سے پردہ اٹھایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عذرات اور بہانے تو محض اوپر کا پردہ ہیں۔ ان کے دلوں کے اندر تو صرف تمھاری بدخواہی بھری ہوئی ہے جب تمھیں کسی مہم میں کامیابی حاصل ہوتی ہے تو ان کو بڑا دکھ ہوتا ہے اور اگر تمھیں کوئی افتاد پیش آجائے تو بہت خوش ہو کر لوٹتے ہیں کہ خوب ہوا کہ ہم نے اپنا بچاؤ پہلے ہی کر لیا تھا۔ قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا کی تاویل بعض لوگوں نے قَدْ أَخَذْنَا حِذْرَنَا سے کی ہے ہمارے نزدیک یہ تاویل صحیح ہے۔

قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ (٥١-٥٢)

مومنین کے لیے مصیبت اور راحت دونوں میں خیر ہے

یہ جواب ہے اوپر والی بات کا کہ اگر یہ تمھیں کسی افتاد کے پیش آنے سے خوش ہوتے ہیں تو انھیں بتا دو کہ ہمیں وہی کچھ پیش آئے گا جو خدا نے ہمارے لیے لکھ رکھا ہے، وہ ہمارا مولیٰ ہے اور ہمیں اس پر پورا بھروسہ ہے کہ اس نے جو کچھ ہمارے لیے لکھ رکھا ہے اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی بہبود ہے۔ اگر تم ہمارے لیے کسی مصیبت کے خواہاں ہو تو ہمارا یہ ایمان ہے کہ وہ تمھارے کہنے سے نہیں آئے گی بلکہ ہمارے رب ہی کے چاہنے سے آئے گی اور اسی میں ہمارے لیے بہتری ہوگی۔ اہل ایمان کے لیے مصیبت اور راحت، دکھ اور سکھ، موت اور زندگی دونوں ہی میں خیر ہے۔ ایک سے مومن کو صبر، کمزوریوں کی اصلاح اور توبہ و انابت کی تربیت ملتی ہے، دوسری سے شکر نعمت، ادائے حقوق اور احسان کی ترغیب و تشویق ہوتی ہے۔ مومن اللہ کی راہ میں لڑتا ہے تو غازی ہے مرتا ہے تو شہید ہوتا ہے۔ البتہ تمھارا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ تم نے جو روش اختیار کی ہے اس کی بنا پر ہم تمھارے لیے دو باتوں میں سے کسی ایک کی توقع رکھتے ہیں۔ یا تو اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے کوئی عذاب بھیجے گا یا ہمارے ہی ہاتھوں تم کو سزا دلوائے گا اور ان میں سے کسی میں بھی تمھارے لیے خیر نہیں۔ تو تم ہمارے لیے جس چیز کا انتظار کر رہے ہو اس کا انتظار کرو، ہم بھی اب تمھارے لیے دونوں باتوں میں سے کسی ایک کے ظہور کے منتظر ہیں۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ کامل اتمام حجت کے بعد کسی کے باب میں اس طرح کا انتظار تنگ دلی کی دلیل نہیں بلکہ یہ حالات و واقعات کے قدرتی نتیجہ کا انتظار ہے۔ ان شاء اللہ سورۂ نوح کی تفسیر میں اس پر مفصل بحث آئے گی۔

قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا

وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (۵۳-۵۴)

نفاق کے ساتھ کوئی انفاق بھی قبول نہیں

یہ ان منافقین سے اظہارِ نفرت و کراہت ہے۔ فرمایا کہ ان کو سنا دو کہ تمہارا کوئی انفاق بھی، خواہ طوعاً ہو یا کرہاً، خدا کے ہاں قبول نہیں۔ انفاق ان کا قبول ہوتا ہے جو خدا کے وفادار ہوں۔ جو بدعہد اور غدار ہیں اور محض مارے باندھے یا دکھاوے اور نمائش کے لیے خرچ کرتے ہیں ان کے انفاق کی خدا کے ہاں کوئی وقعت نہیں۔ خدا کسی کے مال کا محتاج نہیں کہ جس طرح بھی کوئی اٹھا کر دے دے وہ اس کو قبول کرے۔ وہ صرف انہی کے انفاق قبول کرتا ہے جو سچے ایمان اور پورے جذبۂ اخلاص کے ساتھ اس کے دین کی خدمت کرتے ہیں۔

'وَمَا مَنَعَهُمْ ... الاٰیۃ' یہ وضاحت ہے 'اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ' کی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ و رسول کے منکر ہیں۔ اس لیے کہ اللہ و رسول پر ایمان کے جو تقاضے ہیں ان میں سے یہ کسی تقاضے کو بھی پورا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ اگر نمازوں میں آتے ہیں تو مارے باندھے محض دکھاوے کے لیے آتے ہیں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اگر نمازوں میں شامل نہ ہوں تو مسلمانوں کے اندر اپنے آپ کو شامل رکھنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، اسی طرح اگر وہ دینی کاموں میں کچھ خرچ کرتے ہیں تو خدمتِ دین کے لیے نہیں بلکہ بادلِ ناخواستہ محض اس خیال سے کہ مسلمانوں کے اندر شمار کیے جاتے رہیں اور اگر طوعاً بھی خرچ کرتے ہیں تو اس لیے کہ ان کی مالداری اور فیاضی کا مظاہرہ ہو۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ جس طرح نمائش کی نماز مجبورانہ دوسروں کو دکھانے کے لیے ہوتی ہے اسی طرح نمائش کا انفاق بھی محض دوسروں کو دکھانے ہی کے لیے ہوتا ہے اور خدا کے ہاں اس طرح کا کوئی عمل بھی مقبول نہیں ہوتا۔ سورۂ نساء آیت ۱۴۲ 'وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى' کے تحت ہم جو کچھ لکھ آئے ہیں اس پر ایک نظر ڈال لیجیے۔ وہاں ہم نے واضح کیا ہے کہ منافقین کی نماز، نماز نہیں ہوتی تھی بلکہ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے ایک قسم کی ایکٹنگ ہوتی تھی تاکہ مسلمان ان کو اپنے اندر شامل سمجھیں۔ ظاہر ہے اس مقصد سے جو نماز پڑھی جائے گی وہ کسالی ہی ہوگی، اس میں نشاطِ خاطر، جوش و جذبہ اور خضوع و خشوع کہاں سے آئے گا!

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (۵۵)

مال و اولاد کی قدر و قیمت ایمان کے ساتھ ہے

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ مال بھی بخشے اور اولاد سے بھی نوازے وہ ملت کے لیے بڑی دولت ہیں اگر ان کو ایمان و اخلاص بھی نصیب ہو جائے۔ ہر بہی خواہ ملت ایسے لوگوں کو قدر و وقعت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اس لیے کہ جان و مال دونوں سے اسلام کی جو خدمت ان کے امکان میں ہوتی ہے، دوسروں کے امکان میں نہیں ہوتی۔ ان منافقین میں بھی ایسے صاحبِ مال و اولاد موجود تھے جو اسلام کی بڑی خدمت اور آخرت میں بڑے مراتب حاصل کر سکتے تھے۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لیے دل سے متمنی تھے کہ یہ ایمان و اخلاص سے بہرہ ور ہوں کہ اپنی ان نعمتوں کا حق ادا کر کے خدا کے ہاں مراتب عالیہ حاصل کریں لیکن سارے جتن کرنے کے بعد بھی جب یہ لوگ پھسڈی ہی ثابت ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرما دیا کہ ان بدبختوں کے مال و اولاد کو تم ذرا وقعت نہ دو، یہ ان کے لیے ترقی و عروج کی کمندیں نہیں بلکہ غلامی کے پھندے ہیں۔ یہ ان کی بدولت دنیا میں بھی اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور ان کی موت بھی حالت کفر ہی میں ہو گی۔

مال و اولاد کا پھندا

یہاں دنیا میں ان کے لیے جس عذاب کا حوالہ ہے اس سے مراد وہ عذاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذبین کے لیے مقدر ہو چکا تھا اور جس کی تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ منافقین بھی وہی روش اختیار کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے تو ان کا انجام بھی وہی ہونا تھا جو اس روش کے اختیار کرنے والے دوسرے لوگوں کا بیان ہوا۔ تَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ سے یہ بات نکلتی ہے کہ جو لوگ دنیا کے مال و اسباب کو اپنے لیے پھندا بنا لیتے ہیں ان کی جانیں گھٹ گھٹ کر نکلتی ہیں اور یہ پھندا اس طرح ان کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے کہ اس سے چھوٹ کر ان کے لیے ایمان کی راہ پر آنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ میں اس سنت الٰہی کا بیان ہے جس کی وضاحت ایک سے زیادہ مقامات میں ہم کر چکے ہیں۔

وَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمۡ لَمِنۡكُمۡ ؕ وَمَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ وَلٰكِنَّهُمۡ قَوۡمٌ یَّفۡرَقُوۡنَ ۝ لَوۡ یَجِدُوۡنَ مَلۡجَاً اَوۡ مَغٰرٰتٍ اَوۡ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوۡا اِلَیۡهِ وَهُمۡ یَجۡمَحُوۡنَ (۵۶ – ۵۷)

منافقین کی نفسیاتی بیماری

وَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمۡ لَمِنۡكُمۡ: لفظ 'حلف' بالعموم اچھے معنوں میں نہیں آتا۔ ہم دوسرے مقام میں یہ نفسیاتی حقیقت واضح کر چکے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس کردار کی حجت نہیں ہوتی وہ اپنے آپ کو معتبر ثابت کرنے کے لیے اکثر جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن نے منافقین کے متعلق جگہ جگہ یہ واضح کیا ہے کہ یہ اپنے اخلاقی خلا کو جھوٹی قسموں سے پُر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو مطمئن رکھنے کے لیے ان کو قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے کہ ہم آپ ہی لوگوں میں سے ہیں۔ ہمارے باب میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن نے فرمایا کہ یہ ہرگز تم میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ محض ڈر کے سبب سے تمہارے ساتھ بندھے ہوئے ہیں! اب ان کے سامنے کوئی راہ فرار باقی نہیں رہی ہے۔ کفار و مشرکین کا حشر یہ دیکھ چکے ہیں، یہود و نصاریٰ کا انجام بھی ان کے سامنے ہے۔ اب جائیں تو کہاں جائیں؟ ملک چھوڑ کر باہر جائیں تو مفادات دامن گیر ہوتے ہیں۔ چار و ناچار تمہارے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ فَرِقَ یَفۡرَقُ فَرَقًا کے معنی ڈرنے اور گھبرانے کے ہیں۔ فَرُوۡقَة بزدل اور ڈرپوک کو کہتے ہیں۔

منافقین کی مجبوریاں

لَوۡ یَجِدُوۡنَ مَلۡجَاً ... الآیۃ یہ اوپر والے مضمون ہی کی مزید وضاحت ہے۔ مطلب یہ ہے

کہ ان کو آج اگر کوئی جائے پناہ، کوئی غار یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ مل جائے، جہاں اپنے مفادات کے ساتھ یہ اپنے کو محفوظ کر سکیں تو ایک دن بھی یہ تمھارے ساتھ رہنا پسند نہ کریں بلکہ رسی تڑا کر یہ بھاگیں گے۔ جُمَحَ الفرس کے معنی ہیں تَغَلَّبَ عَلٰی رَاکِبِہٖ وَ ذَھَبَ بِہٖ ولا ینثنی (گھوڑا سوار کے قابو سے باہر ہو گیا اور اس کو لے کر بگٹٹ بھاگا) یعنی تم سنبھالتے ہی رہ جاتے لیکن یہ بھاگ کھڑے ہوتے مگر وہ تو خیریت ہے کہ کوئی ٹھکانا ان کو نہیں مل رہا ہے اس وجہ سے خوف اور بزدلی نے ان کو تمھارے ساتھ باندھ رکھا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ (۵۸-۵۹)

غیر مالدار منافقین کا حال

اوپر کی آیات میں مالدار منافقین کا حال بیان ہوا تھا، اب یہ غیر مالدار منافقین کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جس طرح ان کو خوف نے مسلمانوں کے ساتھ باندھ رکھا ہے اسی طرح ان کو طمع نے باندھ رکھا ہے۔ ان کا حال یہ ہے کہ اگر تم (خطاب پیغمبرؐ سے ہے) ان کو صدقات کی مد سے خوب دیتے رہو تو یہ راضی رہتے ہیں اور اگر ذرا کمی کر دو تو روٹھ کر تمھاری عیب چینی شروع کر دیتے ہیں کہ دوسروں کو تو فیاضی سے دیا جا رہا ہے لیکن ان کو ان کے حق سے محروم کیا جا رہا ہے۔

صحیح مومنانہ روش

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا ..... الآیۃ یہ ان کو صحیح روش یعنی اللہ اور رسول پر اعتماد اور قناعت کی تعلیم دی گئی ہے کہ اہل ایمان کی رغبت مال کی طرف نہیں بلکہ اللہ کی طرف ہونی چاہیے۔ فرمایا کہ جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے خزانۂ جود سے بخشا اور رسولؐ نے جتنا کچھ صدقات میں سے ان کو عطا فرمایا، اگر یہ اس پر قناعت کرتے، اللہ پر بھروسا اور اس سے مزید فضل اور رسول کی طرف سے مزید عنایت کی امید رکھتے، عیب چینی، بدگمانی اور شکوہ و شکایت کے بجائے حسنِ ظن سے کام لیتے تو یہ چیز ان کے حق میں بہتر ہوتی۔ اس سے ان کے لیے اللہ کے فضل کے مزید دروازے کھلتے اور رسول کی شفقت و عنایت بھی ان کو مزید حاصل ہوتی لیکن ان کی بدبختی پر افسوس ہے کہ انھوں نے یہ مومنانہ اور غیرت مندانہ روش اختیار کرنے کے بجائے رسولؐ کے خلاف پروپیگنڈے کی مہم شروع کر دی — ہم دوسرے مقام میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ فصیح عربی میں اس قسم کے شرطیہ جملوں میں بالعموم جزا محذوف ہو جایا کرتی ہے جس سے کلام میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اگر موقع شدت کا ہو، اور حسرت، ملامت، زجر، شفقت، عنایت کے پہلو بھی زیادہ نمایاں ہو کر مخاطب کے سامنے آتے ہیں اگر موقع و محل ان کا ہو۔ ترجمہ میں ہم نے اس محذوف کو کھول دیا ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۶۰)

صدقات کے اصلی مستحقین

اب یہ صدقات کے مستحقین کی تفصیل بیان فرما دی گئی ہے تاکہ منافقین میں سے جو غیر مستحق محض حرص مال کے سبب سے صدقات میں حصہ بٹانا چاہتے تھے ان پر واضح ہو جائے کہ کون لوگ اس مال میں حق دار ہیں، کون نہیں۔ اس سے یہ لطیف اشارہ نکلتا ہے کہ یہ منافقین جو صدقات سے اپنی خواہش کے مطابق نہ پانے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نکتہ چینی شروع کر دیتے تھے ان کی حیثیت زیادہ تر ناخواندہ مہمانوں کی تھی جو بغیر کسی استحقاق کے اس مال میں شریک بننا چاہتے تھے۔

صدقہ اور زکوٰۃ میں فرق

'صدقات'، زکوٰۃ کی نسبت عام ہے۔ اس میں وہ تمام عطایا شامل ہیں جو بہ نیت اجر و ثواب دیے جائیں۔ عام اس سے کہ وہ زکوٰۃ کا مال ہو یا انفاق و تبرع کی نوعیت کا کوئی اور مال۔ چونکہ اسی انفاق سے آدمی کے ایمان کی صداقت اور پختگی واضح ہوتی ہے اس وجہ سے اس کو صدقہ کہتے ہیں جس کی اصل 'صدق' ہے جس کی روح قول و فعل کی کامل مطابقت اور رسوخ و استحکام ہے۔

ان صدقات کے مندرجہ ذیل مستحقین اور مصارف بیان بتائے گئے ہیں۔

'فقراء' اور 'مساکین' سے مراد

'فُقَرَآءُ' اور 'مَسٰکِیْنُ' یہ دونوں لفظ اس اعتبار سے تو بالکل مشترک ہیں کہ دونوں کا اطلاق محتاجوں اور ناداروں پر ہوتا ہے چنانچہ قرآن میں یہ دونوں ایک دوسرے کے محل میں استعمال بھی ہوئے ہیں لیکن ان کے درمیان فی الجملہ فرق بھی ہے۔ 'فقیر' 'غنی' کا مقابل ہے مثلاً اِنْ یَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۱۳۵۔ نساء۔ اس وجہ سے ہر وہ شخص جو غنی نہیں بلکہ محتاج ہے وہ فقیر ہے، عام اس سے کہ وہ سوال کرتا ہے یا اپنی خودداری کی شرم رکھتے ہوئے سوال سے احتراز کرتا ہے۔ چنانچہ بقرہ ۲۷۳ میں ان خوددار محتاجوں کے لیے 'فقراء' ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

'مسکین'، کا لفظ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو اپنے فقر و مسکنت یا فقدانِ عزم و حوصلہ کے سبب سے زندگی کی جدوجہد میں حصہ لینے سے عاجز ہو، صرف دوسروں کی امداد ہی اس کا سہارا ہو۔ گویا فقر کے ساتھ اس کے اوپر مسکنت اور بے بسی کا بھی غلبہ ہو۔ اس اعتبار سے یہ لفظ 'فقیر' کے مقابل میں سخت ہے۔

'عاملین' سے مراد

'وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا' سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدقات کی وصولی اور ان کے حساب کتاب پر حکومت کی طرف سے مامور ہوں۔ ان کی تنخواہیں اور ان کے دفاتر کے مصارف بھی اسی مد سے ادا ہوں گے۔

'مؤلفۃ القلوب' سے مراد

'وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ'، مؤلفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی اسلامی حکومت کے مصالح کے تحت دل داری پیش نظر ہو۔ بسا اوقات حکومت کو بعض ایسے ذی اثر لوگوں سے معاملہ کرنا پڑتا ہے جو حکومت کی پوری رعیت نہیں ہوتے بلکہ ایسی پوزیشن میں ہوتے ہیں کہ اگر ان کو بزور قابو میں رکھنے

کی کوشش کی جائے تو ڈر ہوتا ہے کہ وہ دشمن سے مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ خاص طور پر سرحدی علاقوں میں اس طرح کے لوگوں سے بڑے خطرے پہنچ سکتے ہیں اگر یہ دشمن بنے رہیں یا دشمن ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس طرح کے لوگوں کو اپنی حمایت میں رکھنا اسلامی حکومت کے مصالح کا تقاضا ہوتا ہے اور اس کی شکل یہی ہوتی ہے کہ ان کی کچھ مالی سرپرستی کی جاتی رہے تاکہ ان کی ہمدردیاں اسلام کے دشمنوں کی بجائے اسلامی حکومت کے ساتھ رہیں۔ یہ ایک پولیٹیکل مصرف ہے جس پر حکومت اپنی دوسری مدوں سے بھی خرچ کر سکتی ہے اور اگر ضرورت محسوس کرے تو اس پر صدقات کی مد سے بھی خرچ کر سکتی ہے۔ یہ مؤلفۃ القلوب غیر مسلم بھی ہو سکتے ہیں اور نام کے مسلمان بھی۔ اس تالیفِ قلب سے ایک فائدہ یہ بھی متوقع ہوتا ہے کہ یہ غیر مسلم یا نام کے مسلمان مسلمانوں سے وابستہ رہنے کے سبب سے اسلام سے قریب تر ہو جائیں۔

ہمارے فقہاء کا ایک گروہ اس مصرف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یا بالفاظ دیگر اسلام کے غلبہ کے بعد ساقط قرار دیتا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ بات کچھ زیادہ قوی نہیں ہے۔ یہ مصرف جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، ایک پولیٹیکل مصرف ہے جو حالات کے تابع ہے جس کی ضرورت کبھی پیش آتی ہے کبھی نہیں۔ ایک مضبوط سے مضبوط حکومت بھی بعض اوقات دفع شر کے اس طریقے کو اختیار کرتی ہے اس لیے کہ جبر اور طاقت کا ذریعہ اختیار کرنے میں نہایت پیچیدہ بین الاقوامی جھگڑے اٹھ کھڑے ہونے کے اندیشے ہوتے ہیں جن میں بروقت الجھنا حکومت کے مصالح کے خلاف ہوتا ہے۔

'فکِ رقبہ' کی وضاحت

'وَفِی الرِّقَابِ' میں مضاف محذوف ہے یعنی 'فِی فَکِّ الرِّقَابِ' غلاموں کو طوقِ غلامی سے نجات دلانا بھی ان مقاصد میں سے ہے جن پر صدقات کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے۔ یہاں حرفِ 'فِی' کے استعمال سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ ان کی بہبود و ترقی کے ایسے کام بھی صدقات سے کیے جا سکتے ہیں جو ان کی رفاہیت اور حصولِ آزادی میں معین ہوں۔

'غارمین' سے مراد

'وَالْغٰرِمِیْنَ' 'غَرِمَ فِی التِّجَارَۃِ' کے معنی ہوتے ہیں فلاں نے اپنی تجارت میں گھاٹا اٹھایا۔ 'غرامۃ' اور 'غُرم' تاوان، نقصان اور جرمانہ کو کہتے ہیں۔ 'غارم' اس شخص کو کہیں گے جو اپنے کاروبار میں نقصان یا کسی اور سبب سے ایسے بار اور قرضے کے نیچے آ گیا ہو کہ اس کے لیے تنہا اپنے ذرائع سے اپنے آپ کو سنبھالنا ناممکن ہو رہا ہو۔ ایسے اشخاص کے قرضے اتارنے اور ان کو سہارا دینے پر بھی صدقات کی رقم صرف ہو سکتی ہے تاکہ وہ از سر نو سنبھل کر معاشرے کو اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہنچا سکیں۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اسلامی حکومت میں اکتساب کے تمام ناجائز ذرائع اور اسراف کے تمام حرام راستوں پر قدغن ہوتی ہے۔ اس وجہ سے یہ سوال نہیں پیدا ہوتا کہ 'غارم' کسی خلافِ شریعت طریقے کے اختیار کرنے کے سبب سے 'غارم' ہوا ہے یا اس کو یہ افتاد ناجائز راستے میں پیش آئی ہے۔ کلام کا موقع و محل خود شاہد ہے کہ یہاں غارم سے مراد کوئی مجرم نہیں بلکہ وہ شخص ہے جس نے اپنی جائز

معاشی جدوجہد کی راہ میں ٹھوکر کھائی ہو یا کسی سبب سے تاوان میں پڑ گیا ہو۔

'وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ' یہ ایک جامع اصطلاح ہے جس کے تحت جہاد سے لے کر دعوتِ دین اور تعلیم دین کے سارے کام آتے ہیں۔ وقت اور حالات کے لحاظ سے کسی کام کو زیادہ اہمیت حاصل ہو جائے گی کسی کو کم لیکن جس کام سے بھی اللہ کے دین کی کوئی خدمت ہو وہ 'فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ' کے حکم میں داخل ہے۔

'ابن السبیل' سے مراد

'وَابْنِ السَّبِیْلِ' اس کا مستقل ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ مسافر، مجرد مسافر ہونے کی بنا پر اس بات کا حق دار ہوتا ہے کہ صدقات سے اس کو فائدہ پہنچایا جائے۔ مسافرت اس کو ایسی حالت میں ڈال دیتی ہے کہ قانونی اور اصطلاحی اعتبار سے فقیر نہ ہونے کے باوجود بھی وہ ایک اجنبی جگہ میں اپنی بعض ضروریات کے لیے ایسا محتاج ہوتا ہے کہ اگر اس کی دست گیری نہ کی جائے تو وہ اپنے ذاتی ذرائع سے غریب الوطنی میں ان کا کوئی انتظام نہیں کر سکتا۔ اس طرح کے لوگوں کے لیے سرائیں، مسافر خانے، قیام و طعام اور رہنمائی کے مراکز قائم کرنا بھی ان کاموں میں شمار ہے جن پر صدقات سے خرچ کیا جا سکتا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ بھی 'فی' کے تحت بیان ہوا ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ مسافروں کی سہولت اور آسائش کے تمام ضروری کام اس میں شامل ہیں۔

صدقات کے لیے تملیکِ ذاتی ضروری نہیں

ہمارے فقہا کا ایک گروہ 'اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ' کے 'ل' کو تملیکِ ذاتی کے مفہوم کے لیے خاص کرتا ہے اور پھر اس سے یہ نتیجہ نکال لیتا ہے کہ صدقات و زکوٰۃ کی رقوم فقرا و مساکین کی کسی ایسی اجتماعی بہبود پر صرف نہیں ہو سکتیں جس سے ملکیتِ ذاتی تو کسی کی بھی قائم نہ ہو لیکن اس کا فائدہ بحیثیت مجموعی سب کو پہنچے۔ ہمارے نزدیک یہ رائے کسی مضبوط دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ اول تو 'ل' کچھ تملیک ہی کے معنی کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ یہ متعدد معانی کے لیے آتا ہے اور ان سب معانی کے لیے یہ خود قرآن میں استعمال ہوا ہے، تملیکِ ذاتی ہی کے معنی کے لیے اس کو خاص کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ آخر بہبود، نفع رسانی اور استحقاق کے معانی کے لیے بھی جب اس کا استعمال معروف ہے تو ان معانی میں یہ کیوں نہ لیا جائے؟ پھر آیت میں آپ نے دیکھا کہ بعض چیزیں 'فی' کے تحت بیان ہوئی ہیں اور 'فی' کا متبادر مفہوم تملیک نہیں بلکہ خدمت، مصرف، رعایت اور بہبود ہی ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر بدیہی ہے کہ صرف تملیکِ ذاتی کی صورت میں غربا کو جتنا فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے اس سے کہیں زیادہ نفع ان کو بعض حالات میں اس صورت میں پہنچایا جا سکتا ہے جب کہ ان کی اجتماعی بہبود کے لیے بڑے بڑے کام کیے جائیں پھر تملیکِ ذاتی کے ساتھ اس کو خاص کر کے اس نفع کو محدود کیوں کیا جائے؟ یہاں ہم ان اشارات پر کفایت کرتے ہیں۔ مسئلہ تملیک پر مفصل بحث ہم نے اپنے ایک مستقل مقالے میں کی ہے۔

فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اس اسلوب کے فوائد پر دوسرے مقام میں بحث ہو چکی ہے۔ اس میں اس حکم کے مؤکد اور واجب التعمیل ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اور مبنی بر علم و حکمت ہونے کی طرف بھی۔

۱۰۔ آگے کا مضمون ——— آیات ۶۱-۷۲

آگے کی آیات میں پہلے انہی منافقین کی بعض شرارتوں اور ایذا رسانیوں کا ذکر اور ان کو تہدید و وعید ہے۔ پھر منافقین و منافقات اور مومنین و مومنات دونوں کے کردار و صفات کا تقابل کیا ہے تاکہ ایمان و نفاق دونوں واضح ہو کر ہر شخص کے سامنے آجائیں۔ یہ تقابل حقائق کو نمایاں کرنے میں بھی سب سے زیادہ مددگار ہوتا ہے اور اس سے مقصد اصلاح کو بھی بڑی مدد ملتی ہے اگر اس سے صحیح فائدہ اٹھایا جائے ——— آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۶۱-۷۲

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ الثلثة اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ

نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ؎ ع (وقف لازم) ١٤
يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ
نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ
الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا
فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا
اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ
عَادٍ وَّثَمُوْدَ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ
اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ
كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ
اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ (وقف لازم)
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾ وَعَدَ اللّٰهُ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع

ع ۹ ۱۵

ترجمہ آیات ۶۱ - ۷۲

اور انھی میں وہ لوگ بھی ہیں جو نبی کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو بس کان ہی کان ہیں۔ کہہ دو وہ سراپا گوش تمھاری بھلائی کے باب میں ہے۔ وہ اللہ پہ ایمان رکھتا ہے۔ اہلِ ایمان کی بات باور کرتا ہے اور تم میں سے جو ایمان لائے ان کے لیے رحمت ہے اور جو اللہ کے رسول کو ایذا پہنچا رہے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ تمھارے آگے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ تمھیں مطمئن کریں، حالانکہ اگر وہ مومن ہیں تو اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ اس کو راضی کریں۔ کیا انھیں علم نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا اس کے لیے جہنّم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔ ۶۱ - ۶۳

منافقین کو اندیشہ ہے کہ مبادا ان پر کوئی ایسی سورہ اتار دی جائے جو ان کو ان کے دلوں کے بھیدوں سے آگاہ کر دے۔ کہہ دو مذاق اڑا لو، اللہ ظاہر کر کے رہے گا جس سے تم ڈرتے ہو۔ اور اگر تم ان سے پوچھو گے تو جواب دیں گے کہ ہم تو محض سخن گستری اور جی بہلانے کی باتیں کر رہے تھے۔ ان سے پوچھو کہ کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مسخری کر رہے تھے؟ باتیں نہ بناؤ، تم نے ایمان کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر ہم تمھاری کسی جماعت سے درگزر بھی کر لیں تو دوسری کسی جماعت کو ضرور سزا دیں گے بوجہ اس کے کہ وہ مجرم ہیں۔ ۶۴ - ۶۶

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی چٹے کے بٹے ہیں۔ یہ برائی کا حکم دیتے

اور بھلائی سے روکتے اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ انھوں نے اللہ کو بھلا رکھا ہے تو اللہ نے بھی ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ منافق بڑے ہی بدعہد ہیں۔ منافق مردوں، منافق عورتوں اور کفار سے اللہ نے جہنم کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہی ان کے لیے کافی ہے اور ان پر اللہ کی لعنت اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ ان لوگوں کی مانند جو تم سے پہلے ہو گزرے۔ وہ قوت و شوکت میں تم سے زیادہ اور مال و اولاد میں تم سے بڑھ چڑھ کر تھے تو انھوں نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا اور تم نے بھی اپنے حصہ سے فائدہ اٹھا لیا جیسا کہ تمھارے اگلوں نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا اور تم نے بھی اسی طرح بکواس کی جس طرح انھوں نے کی۔ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ڈھے گئے اور یہی لوگ نامراد ہونے والے ہیں۔ کیا انھیں ان لوگوں کی سرگزشت نہیں پہنچی جو ان سے پہلے گزرے۔ قوم نوح، عاد، ثمود اور قوم ابراہیم اصحاب مدین اور الٹی ہوئی بستیوں کی۔ ان کے پاس ان کے رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے۔ تو اللہ ان کے اوپر ظلم کرنے والا نہیں بنا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے بنے۔ ۶۷ - ۷۰

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ یہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز کا اہتمام کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کو اپنی رحمت سے نوازے گا۔ اللہ عزیز و حکیم ہے۔ مومن مردوں اور مومن عورتوں سے اللہ کا وعدہ ایسے باغوں کے لیے ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور پاکیزہ مکانوں کے لیے ابد کے باغوں

ہیں اور اللہ کی خوشنودی بھی جو سب سے بڑھ کر ہے۔ بڑی کامیابی یہ ہے۔ ۷۲-۷۱

۱۱۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۶۱)

اُذُنٌ کا مفہوم

'وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ' اذن' کے معنی کان کے ہیں۔ جب یہ کسی شخص کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا جائے تو اس کے اندر ہجو ملیح کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی بس وہ نرا کان ہی کان ہے، ہر ایک کی بات سن لیتا اور اس کو باور کر لیتا ہے۔ ہم نے اس کو ہجو ملیح اس لیے قرار دیا ہے کہ عموماً یہ الزام بڑے لوگوں پر ان کے حاسدین یا منافقین لگاتے ہیں کہ ہے تو بڑا آدمی، اس میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں لیکن کان کا کچا ہے۔ ہر ایرے غیرے کی بات سن لیتا اور مان لیتا ہے۔ ہجو ملیح کا مضمون اس میں یہاں سے پیدا ہوتا ہے کہ ہر ایک کی بات سن لینا جہاں آدمی کی شرافت اور کریم النفسی کی دلیل ہے وہیں یہ اس کی سادگی، بھولے پن اور بے بصیرتی کی بھی دلیل ہے۔

آنحضرت صلعم کے لیے منافقین کی ہجو

منافقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ لفظ اس کے اسی مفہوم کو پیش نظر رکھ کر استعمال کرتے۔ وہ اپنی نجی مجلسوں میں اللہ، اس کے رسول اور آیات الٰہی کا مذاق اڑاتے۔ جب آنحضرتؐ تک کسی ذریعہ سے اس کی خبر پہنچتی اور آپ اس پر کچھ خفگی یا ناراضی کا اظہار فرماتے تو منافقین اپنی صفائی میں لوگوں سے یہ کہتے کہ یہ نیک آدمی ہیں جو بات کوئی شخص کان میں ڈال جاتا ہے اس کو سچ جان لیتے ہیں اور اس کی بنا پر ہم جیسے وفا شعاروں اور اطاعت گزاروں سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔ ورنہ بھلا ہماری زبانوں سے اللہ و رسول کی شان میں کوئی توہین کا کلمہ قصداً نکل سکتا ہے؟ از راہ سخن گستری، مذاقاً اور تفریحاً بلا ارادۂ تحقیر کوئی لفظ زبان سے نکل گیا ہو تو اس کی بات اور ہے۔

منافقین کو جواب

'قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ' یہ منافقین کی بات کا جواب دلوایا ہے کہ اگر تم نبیؐ کو سراپا کان سمجھتے ہو تو اس کا وہ پہلو جو تمہارے ذہن میں ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ وہ سراپا گوش تمہاری بھلائی کے باب میں ہیں۔ ان کے کان ہر وقت اس تمنا میں کھلے ہوئے ہیں کہ ان میں تمہاری اچھی باتوں، اچھے کاموں، اچھے ارادوں کی خبریں پڑیں اور ان سے وہ مسرور ہوں۔ وہ تمہاری بری خبریں اور بری سرگوشیاں سننے کے لیے کان نہیں لگائے ہوئے ہیں کہ کوئی آئے اور تمہاری کسی بری حرکت کی خبر سنا جائے اور وہ اس کو قیمتی سوغات سمجھ کر اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیں۔ باپ اپنے بیٹوں کے لیے جتنا شفیق ہوتا ہے نبی اس سے کہیں

زیادہ اپنی امت کے لیے شفیق و رحیم ہوتا ہے۔ وہ ان کی خرابیوں کی ٹوہ میں نہیں بلکہ بھلائیوں کی ٹوہ میں رہتا ہے اور ہر آن وہ یہی چاہتا ہے کہ اس کے کانوں میں کوئی نہ کوئی اچھی ہی بات ان کی بابت پڑے۔ پس اگر تم اس کو سراپا کان سمجھتے ہو تو اس پہلو سے بے شک وہ تمہارے لیے سراپا کان ہی ہے اور یہ چیز تمہارے لیے مبارک ہے نہ کہ کوئی ایسی چیز جس کو تم ہجو اور تحقیر کا موضوع بناؤ۔

نبی کا اعتماد اللہ اور اہل ایمان پر

یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ، یعنی پیغمبر کے متعلق تمہارا یہ گمان بھی بالکل غلط ہے کہ وہ ہر ایرے غیرے کی بات سن لیتے اور اس کو باور کر لیتے ہیں۔ ان کا ایمان اللہ پر ہے اور وہ صرف وہ بات باور کرتے ہیں جو سچے اور پکے اہل ایمان کے ذریعہ سے ان کو پہنچتی ہے۔ اللہ اگر تمہارے باب میں کوئی خبر دے تو اس سے سچی اور پکی خبر اور کیا ہو سکتی ہے؟ اسی طرح اگر اہل ایمان تمہارے باب میں نبی کو کوئی اطلاع پہنچائیں تو آخر نبی اس کو کیوں نہ باور کرے؟ مطلب یہ کہ تمہارے باب میں نبی کے ذرائع اطلاع نہ تو ہوائی ہیں اور نہ پیغمبر ایسے بھولے بھالے ہیں کہ وہ ہوائی باتوں پر رائے قائم کرتے اور بدگمان ہوتے چلیں۔ وہ خدا کی رہنمائی میں چلتے اور اہل ایمان کی باتوں پر کان دھرتے ہیں۔ یہ بات ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ ایمان کا صلہ جب 'ل' کے ساتھ آئے تو وہ صرف کسی کی بات کو ماننے اور باور کرنے کے مفہوم میں ہوتا ہے۔

نبی سراپا رحمت

وَرَحْمَۃٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ، یعنی تم میں سے جو لوگ صحیح ایمان کی روش اختیار کریں پیغمبر ان کے لیے سراپا شفقت و رحمت ہیں۔ وہ تمہارے بدخواہ نہیں ہیں کہ وہ اپنے کان تمہارے بدخواہوں کے لیے کھول دیں۔ وہ تمہاری اصلاح اور فلاح چاہتے ہیں اور تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کی کامرانی اس بات میں ہے کہ تم صحیح ایمان کی روش اختیار کر کے پیغمبر کی رحمت و شفقت کے سزاوار بنو۔ فعل 'اٰمنوا' یہاں اپنے حقیقی اور کامل معنوں میں ہے یعنی ان لوگوں کے لیے جو محض زبانی مدعی ایمان ہونے کے بجائے سچے اور پکے مومن بن جائیں۔ رہے وہ لوگ جو محض زبانی جمع خرچ کے اعتماد پر مومن بنے رہنا چاہتے ہیں اور اپنی باتوں اور حرکتوں سے پیغمبر کو دکھ پہنچا رہے ہیں وہ یاد رکھیں کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ لِیُرْضُوْکُمْ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (۶۲)

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

خطاب مسلمانوں سے ہے کہ منافقین اپنے ایمان کے بارے میں تم کو اطمینان دلانے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ ان کے اندر اگر ایمان ہوتا تو تمہارے اطمینان سے زیادہ ان کو اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنے کی فکر ہوتی۔ یہ بڑی ہی برمحل گرفت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ حرکت جو یہ اپنے ایمان کو معتبر ثابت کرنے کے لیے کر رہے ہیں بجائے خود ان کی بے ایمانی کی ایک واضح دلیل ہے۔ یہ اسی طرح کی گرفت ہے جس کی نہایت بلیغ مثال 'اَلَا فِی الْفِتْنَۃِ سَقَطُوْا' میں گزر چکی ہے۔ بسا اوقات

آدمی کا عذر گناہ بدتر از گناہ بن جاتا ہے۔ منافقین نے اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے جو روش اختیار کی وہ ان کو اور زیادہ مجرم ثابت کرنے والی بن گئی۔ وہ راست باز ہوتے تو اللہ اور رسول کو راضی کرنے کی کوشش کرتے نہ کہ جھوٹی قسموں کے ذریعہ سے مسلمانوں کے سامنے اپنے کو معصوم اور پیغمبر کو کان کا کچا ثابت کرنے میں لگ جاتے۔ یہ تو پیغمبر کے خلاف پروپیگنڈے کی نہایت عیارانہ مہم ہوئی۔

یہاں 'یُرْضُوْہُ' میں واحد کی ضمیر بھی قابلِ لحاظ ہے۔ چونکہ اللہ اور رسول کی رضا ایک ہی ہے اس وجہ سے ضمیر واحد آئی ہے۔

أَلَمْ يَعْلَمُوٓا أَنَّهُۥ مَن يُحَادِدِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَأَنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْخِزْىُ ٱلْعَظِيمُ (۶۳)

'مُحَادَّة' کے معنی کسی کے مقابل میں دشمن بن کر اٹھنے کے ہیں۔ 'فَاَنَّ' کا عطف 'اَنَّهُ' پر ہے۔

منافقین کو عذاب کی دھمکی

یہ منافقین کے مذکورہ بالا پروپیگنڈے پر ان کو دھمکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے جرم پر اللہ سے معافی مانگنے اور رسول کو راضی کرنے کی جگہ انھوں نے جھوٹی قسموں کے بل پر مسلمانوں کے اندر اپنی معصومیت کی جو مہم چلا رکھی ہے اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے خلاف جو پارٹی انھوں نے بنائی ہے اس کو مزید مستحکم کریں تاکہ اپنا کام زیادہ موثر طریقے پر کر سکیں۔ کیا اتنی طویل تذکیر و تبلیغ کے بعد بھی ان پر یہ حقیقت واضح نہ ہو سکی کہ جو لوگ اللہ اور رسول کے حریف بن کر کھڑے ہوتے ہیں ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ بہت بڑی رسوائی ہے۔ 'ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ' میں لطیف اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ آج کی رسوائی سے اپنے کو بچانے کے لیے جو کھیل یہ کھیل رہے ہیں بالفرض یہ اس میں کامیاب بھی ہو جائیں تو آخر اس سب سے بڑی رسوائی سے اپنے کو بچانے کی کیا تدبیر کریں گے۔

يَحْذَرُ ٱلْمُنَٰفِقُونَ أَن تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُم بِمَا فِى قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ ٱسْتَهْزِءُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ (۶۴)

'حَذِرَ یَحْذَرُ' کے معنی خائف اور چوکنے ہونے کے ہیں۔ 'تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ'، 'تُقْرَأُ عَلَیْهِمْ' کے مفہوم میں ہے یعنی انھیں پڑھ کر سنا دی جائے۔

منافقین کو پردہ دری کا اندیشہ

منافقین نے مسلمانوں کے سامنے صفائی پیش کرنے کی جو مہم شروع کی تھی یہ اس کا پس منظر سامنے لایا جا رہا ہے کہ اب تک تو ان کے رویہ پر جو تنقید ہوئی تھی وہ اشارات کے انداز میں تھی کہ ان کا زیادہ فضیحتا نہ ہو اور یہ اصلاح کرنا چاہیں تو اصلاح کر لیں لیکن اس سورہ میں ان کو لب و لہجہ بدلا ہوا جو نظر آیا ہے اور ان کی نجی کی مجلسوں کے بعض اسرار جو زیر بحث آئے ہیں تو وہ گھبرا اٹھے ہیں کہ مبادا کوئی ایسی سورہ نازل ہو جائے جو ان کے سارے اسرار دروں پردہ بے نقاب کر کے رکھ دے۔ چنانچہ

اسی اندیشے کے پیش نظر جھوٹی قسموں کے سہارے انھوں نے یہ اپنی صفائی کی مہم چلائی ہے۔ فرمایا کہ ان کو خبردار کر دو کہ اب تمھاری یہ پیش بندی کچھ کارگر ہونے والی نہیں۔ اللہ و رسول اور اللہ کی آیات کا جتنا مذاق اڑانا ہے اڑا لو۔ اب وقت آگیا ہے کہ جن چیزوں کے بے نقاب ہونے سے تم ڈر رہے ہو اللہ ان سب کو بے نقاب کر کے رہے گا۔ یہ امر واضح رہے کہ یہ سورہ جس طرح مشرکین اور اہل کتاب کے باب میں خاتمۂ بحث کی حیثیت رکھتی ہے اسی طرح منافقین کے باب میں بھی یہ فیصلہ کن سورہ ہے۔ اس میں، جیسا کہ آگے کے مباحث سے واضح ہو جائے گا، ان کو پوری طرح ننگا کر دیا گیا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ (۶۵)

خوض کا مفہوم

'خوض' کے اصل معنی تو دریا وغیرہ میں گھسنے کے ہیں لیکن بات کے تعلق سے یہ آئے تو اس کا مفہوم بال کی کھال ادھیڑنا بھی ہو سکتا ہے اور ایک بات سے دوسری اور دوسری سے تیسری بات نکالتے ہوئے کہیں سے کہیں جا نکلنا بھی ہو سکتا ہے۔ ہم نے ترجمہ میں سخن گستری کا لفظ اختیار کیا ہے۔

ایک اور عذر گناہ بدتر از گناہ

یہ منافقین کے ایک اور عذر گناہ بدتر از گناہ کی مثال پیش کی گئی ہے کہ اگر تم ان سے اس استہزا کی بابت دریافت کرو گے جو وہ اپنی مجالس میں اللہ اور رسول کا کرتے ہیں تو جھٹ جواب دیں گے معاذ اللہ استہزا! ہم تو بس کچھ ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے! قرآن نے ان کو یہیں سے دھر لیا کہ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ کیا اب تمھاری ہنسی دل لگی اور مشق سخن گستری کے لیے اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی رہ گئے ہیں، بازی بازی با ریش بابا ہم بازی!

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (۶۶)

آیات الٰہی کا استہزا کفر ہے

یعنی باتیں نہ بناؤ۔ تمھارا یہ عذر گناہ تمھارے گناہ سے بھی بدتر ہے۔ اگر کوئی گروہ اللہ اور اس کی آیات کو ہنسی دل لگی کا کھلونا بنا لے تو اس کے مجرم ہونے کے لیے اور کیا چاہیے؟ یہ تو صریحاً ایمان کے اظہار کے بعد کفر کا اعلان ہے۔ تم نے ایمان کا دعویٰ کیا تھا تو اس کا حق تو یہ تھا کہ اپنے عمل سے اس کا ثبوت فراہم کرتے لیکن عمل سے تم نے ثبوت فراہم کیا ہے کفر کا اس لیے کہ اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا استہزا کفر ہے۔ انعام آیت ۰، کے تحت اس مسئلہ پر گفتگو ہو چکی ہے۔

منافقین کی بعض خطرناک ٹولیاں

'اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ ... الایۃ' اوپر کی آیات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ منافقین کی بہت سی ٹولیاں تھیں جن کے نفاق کی نوعیتیں اور ان کے شر و فساد کے درجے مختلف تھے۔ ان کی بعض ٹولیاں جیسا کہ آگے اسی سورہ میں واضح ہو گا، نہایت خطرناک تھیں۔ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان

پہنچانے کے لیے ایسی ایسی چالیں چلیں کہ ان میں سے ایک چال بھی اگر کامیاب ہو جاتی تو کھلے معاندین کی تمام چالوں پر بھاری ہوتی۔ ایسی ہی بعض ٹولیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر ہم نے تمہاری بعض ٹولیوں سے اس دنیا میں درگزر بھی کر لیا اور ان کے معاملے کو آخرت ہی پر اٹھا رکھا تو بعض ٹولیاں تو لازماً اسی دنیا میں ہمارے عذاب کی زد میں آئیں گی اور ہم ان کے جرائم کی پاداش میں ان کی بیخ کنی کر کے رہیں گے۔ چنانچہ آگے اسی سورہ میں مسجد ضرار کے بانیوں اور بعض دوسرے گروہوں کا ذکر آئے گا۔ اور ان کا جو حشر ہوا وہ بھی بیان ہوگا۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ م يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ط نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ط اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط هِيَ حَسْبُهُمْ ج وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ o كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ط فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ط اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ o اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ط وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ط اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ج فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۶۷-۷۰)

اسلامی معاشرہ کی تطہیر منافقین سے

اب تک منافقین اپنے دعوائے ایمان کے سبب سے مسلمانوں کے ساتھ رلے ملے ہوئے تھے۔ یہ پہلی بار ان کی علامتیں بتا کر ان کو اہل ایمان سے چھانٹ کر الگ اور دنیا اور آخرت دونوں ہی اعتبار سے ان کو مسلمانوں کے بجائے کفار و مشرکین کا شریک و سہیم قرار دیا گیا ہے۔ یہ منافقین کو بھی تنبیہ ہے کہ وہ اپنے کو مسلمانوں کے اندر گھسائے رکھنے کی کوشش نہ کریں۔ اور مسلمانوں کو بھی آگاہی ہے کہ وہ اس رنگ کی بھیڑوں کو اپنے گلے میں شامل نہ ہونے دیں۔ یہ گویا اسلامی معاشرہ کی غیر مطلوب عناصر سے تطہیر کی راہ میں پہلا قدم ہے اور یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جس طرح مسلمانوں نے کفار و مشرکین اور اہل کتاب سے اعلانِ براءت کر دیا ہے اسی طرح اپنے اندر کے ان نام نہاد مسلمانوں کو بھی چھانٹ کر الگ کریں جو اپنے اعمال و اخلاق میں انہی کفار و مشرکین کے ہم رنگ ہیں۔

منافقین اور منافقات دونوں کا ایک ہی انجام

'اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ' یہاں منافقین کے ساتھ منافقات کا بھی ذکر تصریح کے ساتھ فرمایا ہے اور دونوں کو برابر کا شریک جرم قرار دیا ہے تاکہ ان کو بھی تنبیہ ہو کہ جو انجام ان کے مردوں کا ہونے والا ہے وہ بھی اس سے بچنے والی نہیں ہیں اگر انھوں نے اپنے کو خدا کے غضب سے بچانے کی کوشش نہیں کی۔ دین کے معاملے میں تبعیت اور ماتحتی کوئی عذر نہیں ہے بلکہ اپنی نجات کے لیے جدوجہد ہر نفس کی، مرد ہو یا عورت، خود اپنی ذمہ داری ہے۔ اس سے یہ اشارہ بھی نکلتا ہے

کہ اس نفاق کے کھیل میں عورتوں کا بھی نمایاں حصہ تھا خاص طور پر اس پہلو سے کہ جان اور مال کی محبت نفاق کے اولین اسباب میں سے ہے اور اس محبت کو مردوں پر مستولی کرنے میں سب سے زیادہ ہاتھ عورتوں کا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ بیوی بچے آدمی کو بخیل اور بزدل بنا چھوڑتے ہیں۔ اوپر جن منافقین کا ذکر گزرا ہے ان کی اصل بیماری یہی بتائی گئی ہے کہ مال و اولاد کی محبت دین کے تقاضوں کے مقابل میں ان پر غالب آگئی ہے۔

منافقین کی ہر بات دین کے برعکس

یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ لیعنی ان کی ہر بات دین کے برعکس ہے۔ جن چیزوں کے لیے لوگوں کو ابھارنا چاہیے ان سے یہ لوگوں کو روکتے ہیں اور جن چیزوں سے روکنا چاہیے ان کے لیے لوگوں کو ورغلاتے ہیں۔ بخل کے سبب سے خود اپنی مٹھیاں بھی بھینچے رہتے ہیں اور اللہ کے جو بندے اپنی گاڑھی کمائی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ان پر بھی فقرے اور پھبتیاں چست کر کے ان کی دل شکنی کرتے ہیں۔

منافقین کی بے توفیقی کا اصلی سبب

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ یہ ان کی اس بے توفیقی اور محرومی کا سبب بیان ہوا ہے کہ یہ الٹی چال یہ اس لیے چل رہے ہیں کہ یہ خدا کو بھلا بیٹھے ہیں اور سنت الٰہی، جیسا کہ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ ..... الآیۃ والی آیت میں بیان ہوئی ہے، یہ ہے کہ جو لوگ خدا کو بھلا بیٹھتے ہیں ان پر ایک شیطان مسلط ہو جاتا ہے جو ان کی نکیل اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو خدا بھی بھلا دیتا ہے۔ "بھلا دیتا ہے" لیعنی ان کو نظر انداز اور توفیق خیر سے محروم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رہنمائی انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اس کو یاد رکھتے ہیں۔

اصلی غدار

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ فاسق یہاں بدعہد اور نافرمان کے مفہوم میں ہے۔ لیعنی ان منافقوں کو ان کے اظہار اسلام کی بنا پر کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ہیں تو بہر حال یہ اسلام کے نام لیوا۔ یہ اسلام کے نام لیوا نہیں بلکہ اصلی عہد شکن اور غدار یہی ہیں۔ انھوں نے سمع و طاعت کا عہد کر کے اس کو توڑا ہے اور اسلام کا کلمہ پڑھ کر اس کی بیخ کنی کی کوشش کی ہے۔ اس وجہ سے بدعہدی اور غداری میں جو درجہ ان کا ہے کسی کا بھی نہیں۔

غداروں کا انجام

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا یہ ان کا آخرت میں انجام بیان ہوا ہے کہ یہ اسلام کے مدعی ہونے کے سبب سے کسی رعایت کے مستحق نہیں ہوں گے بلکہ جس طرح کھلے ہوئے کفار جہنم میں ہمیشہ کے لیے جھونک دیے جائیں گے اسی طرح اسلام کے یہ غدار جہنم میں ہمیشہ کے لیے جھونک دیے جائیں گے۔ هِيَ حَسْبُهُمْ لیعنی یہ جہنم ہی ان کا کچومر نکال دینے کے لیے کافی ہوگی۔ مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ لیعنی اللہ کی طرف سے ان پر لعنت ہو جائے گی جس کے نتیجے میں

امید کے سارے دروازے ان پر بند ہو جائیں گے۔ ایک دائمی عذاب ان پر مسلط ہو گا جس سے کبھی بھی ان کو رہائی نصیب نہیں ہو گی۔

'کَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ' یہ دھمکی ہے جو منافقین کو براہ راست مخاطب کر کے دی گئی ہے جس سے اس میں زیادہ شدت پیدا ہو گئی ہے فرمایا کہ مال و اولاد کی کثرت جو تمھارے حصہ میں آئی ہے اس سے یہ غرہ نہ ہو کہ خدا کی نظروں میں تمھارا رویہ مبغوض نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس نے تم کو یہ کچھ دے رکھا ہے۔ تم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان کو تم سے بھی زیادہ اللہ نے دے رکھا تھا۔ لیکن کیا ہوا؟ ان کے لیے اس دنیا سے جتنا فائدہ اٹھانا مقدر تھا جب انھوں نے اتنا فائدہ اس سے اٹھا لیا تو خدا نے ان کو ہلاک کر دیا۔ انہی کی طرح تم نے بھی اپنے حصہ سے فائدہ اٹھا لیا اور انہی کی طرح کی موشگافیاں اور لاابالیاں بھی کر چکے تو تمھاری تباہی کی ساعت بھی آئی کھڑی ہے۔ جس طرح ان کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ڈھے گئے اور وہ نامراد ہوئے اسی طرح تمھارے اعمال بھی دنیا اور آخرت میں ڈھے جائیں گے اور تم بھی نامراد ہو گے۔ مطلب یہ کہ مال و اولاد کو نہیں، اپنے اعمال کو دیکھو۔ مال و اولاد تو خدا شریروں اور بدبختوں کو بھی دے دیتا ہے۔ اس کے فیصلے اعمال و کردار پر صادر ہوتے ہیں۔

منافقین کو براہ راست دھمکی

'اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ..... الآیۃ' یہ اوپر والی آیت کے اجمال کی تفصیل ہے۔ جن قوموں کی طرف اشارہ فرمایا تھا ان کا حوالہ دے دیا۔ ان تمام اقوام کی سرگزشتیں سورۂ اعراف میں بیان ہو چکی ہیں۔ قوم ابراہیمؑ سے مراد ان کی وہ قوم ہے جس کو انھوں نے توحید کی دعوت دی، پھر ان سے مایوس ہو کر اللہ کے حکم سے انھوں نے ہجرت فرمائی۔ 'مُؤْتَفِکٰت' سے مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں۔ اس لفظ سے ان بستیوں کی تعبیر کی وجہ دوسرے مقام میں واضح ہو چکی ہے۔ فرمایا کہ یہ قومیں جو تباہ ہوئیں تو اس وجہ سے نہیں کہ اللہ نے ان پر کوئی ظلم کیا بلکہ انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ اللہ نے ان پر حجت تمام کرنے کے لیے اپنے رسول بھیجے لیکن انھوں نے ان کو جھٹلایا اور اپنی سرکشی پر اڑی رہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے ان کو تباہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ اس سرگزشت کا اعادہ تمھارے ذریعے سے ہونے والا ہے۔

اقوام ماضیہ کے انجام کا حوالہ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۷۱-۷۲)

منافقین اور منافقات کا کردار واضح کرنے کے بعد اب یہ مومنین اور مومنات کا کردار واضح کیا جا رہا ہے۔ ان کی بابت فرمایا تھا کہ ان کے مرد اور عورتیں سب ایک ہی چٹے کے بٹے ہیں، نفاق کی پرورش میں دونوں کی سرگرمیاں یکساں ہیں۔ ان کی بابت فرمایا کہ یہ ایمان کے مقتضیات و مطالبات کی تعمیل و تکمیل میں ایک دوسرے کے ساتھی، دست و بازو اور ہمدرد و غم گسار ہیں۔ مومن بندے جب اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کے لیے نکلتے ہیں تو مومنہ بندیاں ان کے پاؤں کی زنجیر اور گلے کا پھندا بننے کی کوشش نہیں کرتیں بلکہ سچے دل سے ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور اپنے ایثار، اپنی دعاؤں اور اپنی بے لوث وفاداری اور امانت داری سے ان کے جہاد میں تعاون کرتی ہیں اور اس طرح خود بھی اجر و ثواب میں شریک بنتی ہیں۔

مومنین اور مومنات کا کردار

منافقین اور منافقات کا حال یہ ہے کہ منکر کا حکم دیتے اور معروف سے روکتے ہیں، برعکس ان کے مومنین اور مومنات معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہیں۔

منافقین اور منافقات انفاق سے اپنے ہاتھ روکے ہوئے ہیں اور اللہ کو انھوں نے بھلا رکھا ہے لیکن مومنین اور مومنات کا حال یہ ہے کہ 'یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ' وہ نماز کا اہتمام کرتے ہیں جو ذکر الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے 'وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ' زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جو آدمی کے ہاتھ کو راہ خدا میں انفاق کے لیے کھولتی اور اس کے بخل کو دور کرتی ہے۔

منافقین اور منافقات کا حال یہ ہے کہ وہ بدعہد اور غدار ہیں 'اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ' برعکس اس کے مومنین اور مومنات کا حال یہ ہے کہ 'یُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ' اللہ اور رسول سے سمع و طاعت کا جو عہد انھوں نے باندھا ہے ہر مرحلہ میں پوری راستبازی اور کامل وفاداری سے اس کو نباہ رہے ہیں۔

'سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ' ظاہر ہے کہ جب اللہ کے ساتھ دونوں کا معاملہ الگ الگ ہے تو اللہ کا معاملہ بھی دونوں کے ساتھ مختلف ہے۔ منافقین اور منافقات کے لیے اوپر لعنت مذکور ہوئی ہے۔ اس کے مقابل میں مومنین اور مومنات کے لیے اللہ کی رحمت ہے۔ خدا عزیز اور حکیم ہے۔ اس کی قدرت اور حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا ہر معاملہ عدل اور رحمت پر مبنی ہو۔ حرف 'س' اس رحمت کے ظہور کی قربت کی بشارت ہے کہ اب اس میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ ظاہر ہی ہوا چاہتی ہے۔

'وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ... الآیۃ' یہ آیت اوپر کی آیت ۶۸ کے مقابل میں ہے۔ اس میں وعید منافقین اور منافقات کے لیے مذکور ہوئی۔ اس میں اللہ کا وعدہ مومنین اور مومنات کے لیے بیان ہوا ہے۔ لفظ 'رضوان' اور لفظ 'عدن' پر دوسرے مقام میں بحث گزر چکی ہے۔ یہاں یہ اس لعنت کے مقابل میں ہے جو اوپر منافقین کے لیے مذکور ہے۔ جس طرح لعنت تمام نعمتوں اور ابدی محرومیوں کی ایک جامع

مومنین اور مومنات کے لیے اللہ کا وعدہ

تعبیر ہے، اسی طرح 'رضوان' تمام رحمتوں اور لازوال و بے پایاں نعمتوں اور مسرتوں کی ایک جامع تعبیر ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ بہت بڑی چیز اور بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس آیت کو پڑھتے ہوئے اوپر 'اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ' کے ٹکڑے کو پیش نظر رکھیے۔ تقابل نظم کے کھولنے اور حقائق کی توضیح میں بہت معین ہوتا ہے۔

۱۲- آگے کا مضمون ——— آیات ۷۳-۸۰

آگے کی آیات میں پہلے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت فرمائی کہ یہ منافقین تمھاری نرمی اور کریم النفسی سے فائدہ اٹھا کر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ چپٹے ہوئے ہیں۔ اب ان کے بارے میں اپنا رویہ سخت کرو تاکہ درست ہونا ہو تو یہ درست ہوں ورنہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں۔ یہ اپنی مجلسوں میں کفریہ کلمات بکتے اور جھوٹی قسموں سے تم کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے ارادے نہایت خطرناک تھے لیکن اللہ نے وہ پورے نہیں ہونے دئیے۔ اب ان کو مزید مہلت دینے کی گنجائش نہیں۔ اللہ اور رسول نے ان کو اپنے فضل سے جو نوازا تو یہ چیز ان کے لیے شکر گزاری اور ممنونیت کی بجائے شرارت اور اسلام دشمنی کا باعث بن گئی۔ یہ اظہار تو یہ کرتے تھے کہ اللہ نے انھیں مال دیا تو وہ پوری فیاضی سے خدا کی راہ میں خرچ کریں گے لیکن جب اللہ نے انھیں مال دیا تو انھوں نے اللہ اور رسول سے منہ پھیرا اور ان کے اس رویہ نے ان کے دلوں میں نفاق کی جڑیں اتنی مضبوط جمادی ہیں کہ اب وہ اکھڑ نہیں سکتیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہی نہیں کہ یہ خود بخیل بن بیٹھے ہیں بلکہ اللہ کے جو مخلص بندے اپنی گاڑھی کمائی میں سے، خوش دلی اور نیازمندی سے خرچ کرتے ہیں یہ ان کا بھی مذاق اڑاتے اور ان کی دل شکنی کرتے ہیں تاکہ وہ بھی خرچ کرنے سے رک جائیں۔ ساتھ ہی نہایت شدت کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لیے استغفار کرنے سے روک دیا ہے کہ آپ یہ تمھاری طرف سے اس رأفت و رحمت کے سزاوار نہیں رہے بلکہ ہر پہلو سے شدت ہی کے سزاوار ہیں ——— آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۷۳-۸۰

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ

فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ
اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ
فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ
مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاَعْقَبَهُمْ
نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا
وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ
سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ
الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ
اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ
سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ ع

١٠ ع ٨ ١٦

ترجمہ آیات ٧٣-٨٠

اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سخت بن جاؤ۔ اور ان کا ٹھکانا
جہنم ہے اور وہ نہایت ہی برا ٹھکانا ہے۔ یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے
نہیں کہا حالانکہ انھوں نے کفر کا کلمہ کہا اور اپنے اسلام کے اظہار کے بعد کفر کا ارتکاب
کیا اور انھوں نے وہ چاہا جو وہ نہ پا سکے۔ ان کا یہ عناد صلہ ہے صرف اس بات کا
کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے غنی کیا۔ اگر یہ توبہ کرلیں تو ان کے

لیے بہتر ہے اور اگر یہ اعراض کریں گے تو خدا ان کو دردناک عذاب دے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور زمین میں نہ کوئی ان کا یار ہوگا نہ مددگار۔ ۷۳، ۷۴

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے نوازا تو ہم خوب صدقہ کریں گے اور خوب نیکیاں کرنے والوں میں سے ہوں گے تو اللہ نے جب ان کو اپنے فضل میں سے عطا فرمایا تو وہ اس میں بخیل بن بیٹھے اور برگشتہ ہو کر منہ پھیر لیا۔ تو اس کی پاداش میں خدا نے ان کے دلوں میں اس دن تک کے لیے نفاق جما دیا جس دن وہ اس سے ملیں گے بوجہ اس کے کہ انھوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی اور بوجہ اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے رہے۔ کیا انھیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ ان کے راز اور ان کی سرگوشی کو جانتا ہے اور اللہ تمام غیب کو جاننے والا ہے۔ ان لوگوں کی سرگوشیوں کو جو خوش دلی سے انفاق کرنے والے اہل ایمان پر ان کے صدقات کے باب میں نکتہ چینی کرتے ہیں اور جو غریب صرف اپنی محنت مزدوری ہی سے انفاق کرتے ہیں تو ان پر پھبتیاں چست کرتے ہیں۔ اللہ نے ان کا مذاق اڑایا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ان کے لیے مغفرت چاہو یا نہ چاہو۔ اگر تم ان کے لیے ستر بار بھی مغفرت چاہو گے تو بھی اللہ ان کو بخشنے والا نہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ بدعہدوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ ۷۵-۸۰

۱۳۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ (۷۳)

منافقین سے شدید احتساب کا حکم

اصلاً تو یہاں مقصود صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی تاکید ہے کہ آپ اپنا رویہ منافقین کے باب میں یکسر تبدیل کرلیں اور شدت کے ساتھ ان کا احتساب کریں لیکن ساتھ ہی کفار کا بھی حوالہ دے دیا ہے جس سے اس امر کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اب یہ منافقین مسلمانوں کے زمرہ کے لوگ نہیں ہیں بلکہ یہ بھی کفار ہی کے زمرہ میں شامل ہیں۔ جہاد کا لفظ قتال اور شدت احتساب و دار و گیر سب پر حاوی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفار کے ساتھ اس نوعیت کا جہاد کرو جس کا تمھیں اعلان براءت کے تحت تفصیل سے حکم دیا جا چکا ہے اور ان منافقین کے ساتھ احتساب اور دار و گیر کا جہاد کرو۔ 'وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ' اسی احتساب اور دار و گیر کی وضاحت ہے۔ یعنی اب تک تم نے ان کے ساتھ نرمی و رأفت کا جو رویہ رکھا اس کی قدر انھوں نے نہیں پہچانی۔ یہ تمھاری کریم النفسی سے فائدہ اٹھا کر اپنی شرارتوں میں اور دلیر ہوتے چلے گئے۔ جھوٹے بہانوں اور جھوٹی قسموں کو انھوں نے اپنے لیے سپر بنا رکھا ہے اور تم اپنی طبیعت کی نرمی کے سبب سے ان کی چالوں سے آگاہ ہونے کے باوجود طرح دے جاتے ہو۔ اب اس کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔ اب ان کو اچھی طرح کسو اور ہر معاملے میں سخت کسوٹی پر پرکھو تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ یہ جھوٹ اور فریب کی نقاب ان کے چہروں پر باقی رہنے والی نہیں ہے۔ اب یا تو انھیں مسلمانوں کی طرح مسلمان بن کر رہنا ہوگا یا اس انجام سے دوچار ہونا پڑے گا جو کفار کے لیے مقدر ہو چکا ہے۔ آیت ۴۳ 'عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ..... الاية' کے تحت ہم جو کچھ لکھ آئے ہیں ایک نظر اس پر بھی ڈال لیجیے اس لیے کہ یہ ہدایت اسی کی توضیح مزید ہے۔

'وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ' یعنی اس دنیا میں یہ تمھاری اور اہل ایمان کی سختی اور سخت گیری کے سزاوار ہیں اور اس کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو نہایت برا ٹھکانا ہے۔ اس لیے کہ اس پر ایسے سخت گیر ملائکہ مامور ہیں جو ذرا بھی نرمی نہیں برتیں گے بلکہ ان کے باب میں خدا کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ 'عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ' (التحریم ۔ ۶)

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۷۴)

منافقین کا جھوٹ اور کفرِ غلیظ

'يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا'۔ اوپر آیت ۶۵ میں گزر چکا ہے کہ منافقین اپنی مجالس میں اللہ کا، اس کی آیات کا اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے لیکن جب ان سے پوچھ گچھ ہوتی تو اصل بات گول کر جاتے اور قسم کھا کر اطمینان دلاتے کہ ہم نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی، ہم تو محض ہنسی دل لگی کر

رہے تھے۔ فرمایا کہ ان کی یہ قسمیں جھوٹی ہیں۔ یہ کفر کا کلمہ بکتے ہیں اور پوچھ گچھ ہوتی ہے تو مکر جاتے ہیں ـــــ اوپر والی آیت میں ان کو زمرۂ کفار میں جو شامل کیا ہے یہ گویا اس کی دلیل بیان ہوئی ہے۔

وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ۔ یہ ان کے جرم کی سنگینی کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اظہار تو اسلام کا کیا لیکن اپنے اس استہزا سے ارتکاب کفر کا کیا۔ یہ امر واضح رہے کہ دعویٰ اسلام کا کرنا اور عمل سے اثبات کفر کا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک صریح کفر سے زیادہ مبغوض ہے اس لیے کہ اس میں کفر کے ساتھ اللہ اور رسول اور اہل ایمان کے ساتھ دھوکا بازی بھی شامل ہو جاتی ہے جو کھلے ہوئے کفر میں نہیں ہوتی۔ اسی حقیقت کی طرف سورۂ صف میں یوں اشارہ فرمایا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (اے ایمان والو، تم اس چیز کا دعویٰ کیوں کرتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ کے نزدیک یہ بات زیادہ مبغوض ہے کہ تم جو کرتے نہیں اس کا دعویٰ کرو) اسی بنا پر منافقین، جیسا کہ قرآن میں تصریح ہے دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

منافقین کے خبیثانہ منصوبے اور ان کی نامرادی

وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا۔ یہ دو لفظوں میں نہایت بلاغت کے ساتھ ان کے تمام خبیثانہ منصوبوں اور ساتھ ہی ان کی محرومیوں اور ناکامیوں کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا بس چلتا تو انھوں نے تو وہ منصوبے بنائے تھے کہ اسلام کی جڑ ہی اکھاڑ کے پھینک دیتے لیکن اللہ نے ان کے ارادوں کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ آیت ۴۸ کے تحت ہم منافقین کی بعض فتنہ پردازیوں اور شرارتوں کا ذکر کر آئے ہیں اور آگے ان کی مزید شرارتوں کا ذکر آئے گا لیکن ہر موقع پر انھوں نے منہ کی کھائی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر ان کا راز فاش کر دیا۔

منافقین کی کمینگی اور ناسپاسی

وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ یہ ان کی تنگ ظرفی اور کمینگی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ و رسول نے تو ان پر احسان فرمایا لیکن انھوں نے اس احسان کا حق ادا کیا کہ اللہ اور رسول کا مذاق اڑاتے اور رات دن اسلام کی بیخ کنی کی سازش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مدینہ کے عام لوگ اسلام سے پہلے بیشتر نہایت غریب تھے۔ اسلام کے بعد جب فتوحات کے دروازے کھلے تو یوں تو بحیثیت مجموعی سب ہی کے حالات بدل گئے لیکن خاص طور پر منافقین کے تو دن پھر گئے۔ اول تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دلداری کے خیال سے ان کو دیتے بھی زیادہ تھے، پھر یہ اپنی طماعی کے سبب سے لیتے بھی سو بہانوں سے تھے۔ مزید برآں ان کے پاس صرف لینے ہی والے ہاتھ تھے دینے والے ہاتھ سرے سے تھے ہی نہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا کوئی موقع آیا تو، اوپر بھی ذکر ہوا اور آگے بھی تفصیل آ رہی ہے، صاف کترا جاتے۔ اس طرح یہ لوگ مال دار بن گئے، اور اس مال داری کا صلہ اسلام کو، جس کے نام پر وہ مالدار بنے، انھوں نے یہ دیا کہ اس کے خلاف سازشیں اور ریشہ دوانیا

کرتے رہے۔

منافقین کو دھمکی

فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ...... الآیۃ۔ یہ ان کو دھمکی ہے کہ اگر یہ توبہ کرلیں تو انہی کے حق میں بہتر ہے ورنہ یاد رکھیں کہ خدا انھیں دنیا میں بھی عذاب دے گا اور آخرت میں بھی۔ یہ دنیا میں اس عذاب میں حصہ دار ہوں گے جو کفار و مشرکین کے لیے مقدر ہو چکا ہے اور آخرت میں بھی انہی کے ساتھی ہوں گے اور یہ بھی اچھی طرح یاد رکھیں کہ اس سرزمین میں ان کا کوئی یار ہوگا نہ مددگار۔ جن کے ساتھ ان کا سازباز ہے ان سب پر عنقریب نفسی نفسی کا وہ وقت آنے والا ہے کہ وہ خود اپنی مدد نہیں کر سکیں گے تو ان کی مدد وہ کیا کریں گے۔

وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ۝ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ (۷۵-۷۷)

اسلام کی بدولت مال دار بننے والوں کی کمزوری

وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ۝ یہ انہی اسلام کی بدولت مال دار بنے ہوئے کچھ لوگوں کی طرف اشارہ ہے کہ جب یہ غریب تھے تو اس وقت تو ان کا حال یہ تھا کہ ہر جگہ یہ اپنے اس شوق اور اس تمنا کا اظہار کرتے پھرتے تھے کہ اگر ہمارے حالات بھی اللہ نے سدھار دیے تو ہم بھی خدا کی راہ میں خوب خرچ کریں گے اور دین کی بڑی بڑی خدمتیں کر کے صالحین میں اپنا نام روشن کریں گے لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کی تمنا پوری کر دی اور دینے کا وقت آیا تو اس طرح منہ پھیر کر چل دیے ہیں گویا اللہ اور رسول سے کبھی ان کا کوئی قول و قرار تھا ہی نہیں۔ "چل دینا" کبھی اس نوعیت کا ہوتا ہے جس کے بعد مڑ کے آنے کی توقع ہوتی ہے لیکن یہاں 'تَوَلّی' کے بعد 'هُم مُّعْرِضُونَ' کی قید نے یہ واضح کر دیا کہ انفاق کا نام سن کر وہ اس طرح چل دیتے ہیں کہ پھر مڑ کے دیکھتے بھی نہیں۔

یہ انسان کی عجیب کمزوری ہے کہ جب تک ایک چیز اس کو حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک تو یہ تمنا کرتا ہے کہ اگر مجھے یہ حاصل ہو جائے تو دوسروں کی طرح اس کو کسی غلط مصرف میں ضائع نہیں کروں گا بلکہ اس کو فلاں اور فلاں اعلیٰ مقاصد میں صرف کر کے نیکی اور عدل کی ایک نظیر قائم کر دوں گا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز دے دیتا ہے تو اسے یہ بات یاد بھی نہیں رہتی کہ اسی چیز کے لیے اس نے اپنے رب سے دل میں کیا کیا قول قرار کیے ہیں اور کس کس طرح اپنی تمناؤں کا اظہار کیا ہے بلکہ اس کو اپنی قابلیت اور اپنے استحقاق کا ثمرہ سمجھ کر وہ اس کا مالک بن بیٹھتا ہے اور خدا سے زیادہ اس کو شیطان کے لیے استعمال کرتا ہے۔ بہت کم خوش قسمت ایسے نکلتے ہیں جو نعمت پا کر منعم کا حق پہچانیں اور اس کو صحیح صحیح استعمال کریں۔

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۔ اعقاب کے معنی ایک شے کے بعد دوسری چیز کو اس کے ثمرہ اور نتیجہ کے طور پر ظہور میں لانا ہے۔

نفاق کی جڑ جمانے والا عمل

یعنی جن لوگوں نے اللہ سے اپنے کیے ہوئے وعدے کی اس طرح خلاف ورزی کی اور برابر جھوٹ بولتے رہے۔ خدا نے ان کے اس عمل کی پاداش میں ان کے دلوں کے اندر نفاق کی ایسی جڑ جما دی ہے جو خدا کی ملاقات کے دن تک اسی طرح جمی رہے گی اور اسی وقت اکھڑے گی جب جزائے اعمال کا مرحلہ بالکل سامنے ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے نفاق کی رضاعت و پرورش پر ایک مدت صرف کردی ہے۔ یہ چیز اتفاقاً ان کے اندر نہیں گھس آئی ہے بلکہ ان کے ایک دانستہ نقضِ عہد اور طویل جھوٹ اور فریب کا مولود فساد ہے جس سے ان کی جان اب مر کے ہی چھوٹے گی۔ یہ توقع نہ رکھو کہ ان کو توبہ اور اصلاح کی توفیق ہوگی۔ اب تو ان کے دلوں کا یہ کثیف پردہ اسی وقت ہٹے گا جب یہ اصل حقیقت کو سورج کی طرح سامنے دیکھ لیں گے۔ اسی سے ملتی جلتی بات آگے مسجد ضرار کے بانیوں سے متعلق فرمائی ہے۔ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔ ۱۱۰ (یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ان کے دلوں میں ہمیشہ شک کی تعبیر بن کر جمی رہے گی۔ الّا آنکہ ان کے دل پارہ پارہ ہوجائیں اور اللہ علیم و حکیم ہے)۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (۷۸-۷۹)

منافقین کی بلادت

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ ۔ یہ اسلوبِ کلام استعجاب اور حسرت کے اظہار کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتنی طویل تعلیم و تربیت، ایسی مسلسل سعی تطہیر و تزکیہ اور اتنے بے شمار حقائق کے انکشاف کے بعد بھی کیا یہ لوگ اتنے بے حس اور غبی ہیں کہ اتنی موٹی سی بات بھی یہ نہ سمجھ سکے کہ خدا ان کے سارے راز اور ساری سرگوشیوں کو جانتا ہے اور اللہ تمام غیب کا عالم ہے۔ یہ بات ہم دوسرے مقام میں واضح کرچکے ہیں کہ خدا ہر چیز کو فعلاً بھی جانتا ہے اور صفتاً بھی، اسی وجہ سے یہاں اور اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ قرآن کے دوسرے مقامات میں، خدا کے احاطۂ علم کو فعل کے صیغہ سے بھی واضح کیا گیا ہے اور صفت کے صیغہ سے بھی۔ باعتبار نظم یہ آیت آگے والی آیت کی تمہید ہے جس میں ان منافقین کی ان نکتہ چینیوں اور سرگوشیوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے جو وہ مومنین مخلصین کی حوصلہ شکنی کے لیے اپنے حلقوں میں کرتے رہتے تھے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ اَلَّذِيْنَ یہاں میرے نزدیک نجواھم، میں ھُمْ،

سے بدل ہے۔ اگرچہ مجھے اس پر پورا جزم نہیں ہے لیکن میں نے ترجمہ میں اسی کا لحاظ رکھا ہے۔ کشاف میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔

'مُتَطَوِّع' اور 'مُطَّوِّع' دونوں ایک ہی لفظ ہیں۔ 'مُطَّوِّع' اس کو کہتے ہیں جو صرف فرائض و واجبات ہی ادا کر لینے پر قناعت نہ کرے بلکہ اپنی خوشی اور حوصلہ مندی سے نفلی نیکیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔

'مُطَّوِّع' کا مفہوم

'لمز' کے معنی عیب لگانا، ہجو کرنا، مذمت کرنا۔

منافقین کا ہمز و لمز

اوپر کی آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ منافقین اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ خود خرچ نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتے دیکھ نہیں سکتے۔ جس کو خرچ کرتے دیکھتے ہیں اس کو اپنے ہمز و لمز کا نشانہ بنا لیتے ہیں جو فیاض اور مخلص مسلمان فیاضی اور خوش دلی سے خدا کی راہ میں دیتے ہیں ان کو تو کہتے ہیں کہ یہ ریا کار اور شہرت پسند ہے، اپنی دینداری اور سخاوت کی دھونس جمانے کے لیے ایسا کرتا ہے۔ جو غریب بے چارے کچھ رکھتے ہی نہیں، اپنی محنت مزدوری کی گاڑھی کمائی ہی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی حوصلہ شکنی کے لیے ان کا یہ مذاق اڑاتے اور ان پر پھبتیاں چست کرتے ہیں کہ لو آج یہ بھی اٹھے ہیں کہ حاتم کا نام دنیا سے مٹا کر رکھ دیں۔

بخیلوں کی نفسیات کا ایک خاص پہلو

بخیلوں اور کنجوسوں کی نفسیات کا یہ پہلو ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ اپنی بخالت پر پردہ ڈالے رکھنے کے لیے ان کی کوشش ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ دوسرے بھی بخیل بنے رہیں۔ نکٹے دوسروں کو بھی نکٹا ہی دیکھنا چاہتا ہے تاکہ اسے کوئی نکٹا کہنے والا باقی نہ رہے۔ یہی نفسیات ان منافقین کی بھی تھی۔ پھر اس سے ان کے اسلام دشمنی کے جذبے کو تسکین ہوتی تھی۔ وہ خود اسلام کے لیے یہ کوڑی خرچ کرنا چاہتے تھے نہ اس پر راضی تھے کہ کوئی دوسرا خرچ کرے۔ اپنی اس خواہش کے برخلاف وہ دوسروں کو جب دیکھتے کہ وہ اسلام کے لیے سب کچھ اس دریا دلی سے لٹا رہے ہیں گویا اپنے ہی گھر بھر رہے ہیں، یہاں تک کہ مزدور اپنی مزدوری ہی میں سے، بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر اس خوشی سے دیتا ہے گویا اپنی سیر آدھ سیر کھجور یا جَو کے عوض دولتِ کونین خرید رہا ہے تو ان منافقین کے سینے پر سانپ لوٹ جاتا۔ وہ غصے سے کھولتے اور حسد سے جلتے، پھر اپنے دل کا بخار طعن و تشنیع، طنز اور پھبتی سے نکالتے۔

اللہ کی ڈھیل

'سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ' اسی طرح کا فقرہ ہے جس طرح بقرہ میں فرمایا ہے 'اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ' یعنی یہ تو اہل ایمان کا مذاق اڑا رہے ہیں لیکن اللہ ان کا مذاق اڑا رہا ہے کہ ان کی رسی دراز کیے جا رہا ہے کہ یہ خوب کلیلیں کر لیں تب ان کو وہاں سے پکڑے جہاں سے پکڑے جانے کا ان کو سان گمان بھی نہ ہو۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (۸۰)

یہ اسی سختی اور سخت گیری کی تاکید پر مبنی ہے جس کی ہدایت 'وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ' کے الفاظ سے فرمائی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت و شفقت تھے اس وجہ سے ان منافقین کی تمام شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں کے باوجود، ان کی اصلاح اور نجات، آپ کو اس قدر عزیز تھی کہ جس طرح آپؐ اپنی تمام امت کے لیے برابر خدا سے مغفرت چاہتے رہتے تھے اسی طرح ان کے لیے بھی برابر نجات کی دعا کرتے رہتے لیکن ان کی شقاوت اس درجہ بڑھ گئی کہ یہ اس بات کو بھی گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں تھے کہ کوئی دوسرا اسلام کی کوئی خیر خواہی کرے بلکہ ہر خیر خواہ کے حوصلہ کو پست کرنا انھوں نے اپنا پیشہ ٹھہرا لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان اشقیا کے لیے استغفار سے روک دیا اور اس شدت و قطعیت کے ساتھ کہ اگر تم ستر بار بھی ان کے لیے استغفار کرو گے جب بھی اللہ ان کو معاف نہیں کرنے کا۔ ظاہر ہے کہ یہاں ستر کا عدد گنتی کو نہیں بلکہ کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔ کثرت اور بے پایاں کثرت کے اظہار کے لیے یہ اسلوب عربی میں بھی معروف ہے اور ہماری زبان اردو میں بھی۔

منافقین کے باب میں سخت گیری کی سخت تاکید اور ان کے لیے استغفار کی ممانعت

'ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ' یہ سبب بیان ہوا اس شدت و قطعیت کے ساتھ مغفرت سے محروم ہونے کا۔ یعنی مغفرت تو ان کے لیے ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو ماننے والے ہوں۔ یہ اللہ اور رسول کے ماننے والے کب ہیں کہ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ یہ واضح رہے کہ یہ ان لوگوں کے عدم ایمان کا اعلان ہو رہا ہے جو نہ صرف اللہ اور رسول پر ایمان کا دعویٰ کرتے تھے بلکہ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے، دکھاوے کی نمازیں بھی پڑھ لیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی انھیں کرتوتوں کی بنا پر جو اوپر مذکور ہوئیں ان کے ایمان کو تسلیم نہیں کیا۔

منافقین کے کفر کا اعلان

'وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ' ہدایت یہاں غایت و مقصد کی ہدایت کے مفہوم میں ہے۔ اس کی وضاحت دوسرے مقام میں ہم تفصیل سے کر چکے ہیں۔ 'فاسق' یہاں بدعہد اور غدار کے مفہوم میں ہے۔ اوپر آیت ۷۴ میں 'كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ' کے تحت ہم جو کچھ لکھ آئے ہیں اس پر ایک نظر ڈال لیجیے۔

۱۴۔ آگے کا مضمون —— آیات ۸۱-۸۹

غزوہ تبوک کے موقع پر جو منافقین بہانے بنا کر گھروں میں بیٹھ رہے اور اپنی فریب کاری پر بہت خوش تھے ان کے باب میں یہ آیات عین میدان جنگ میں نازل ہوئیں۔ سیاق و سباق بالکل واضح ہے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا
اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا
لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا
يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ
فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ
تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ
فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ
اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا
وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا
يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ
قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ
الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨٧﴾ لٰكِنِ
الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ
وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨٨﴾
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ع ۱۱/۱۷ فِيهَا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٨٩﴾

ترجمۂ آیات ۸۱-۸۹

جو لوگ پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے وہ اللہ کے رسول سے پیچھے بیٹھ رہنے پر بہت مگن ہوئے اور انھوں نے برا جانا کہ وہ اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور انھوں نے کہا کہ اس گرمی میں نہ نکلو، کہہ دو دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش وہ سمجھتے ہوتے۔ پس وہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ اپنے کیے کی پاداش میں۔ پس اگر اللہ تم کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف پلٹائے اور وہ تم سے جہاد کے لیے نکلنے کی اجازت مانگیں تو کہہ دیجیو کہ تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکل سکتے اور میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے نہیں لڑ سکتے تم پہلے بیٹھ رہنے پر راضی ہوئے تو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھو۔ ۸۲-۸۳

اور نہ تم ان میں سے کسی پر جو مرے کبھی جنازے کی نماز پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ بد عہدی کے حال میں مرے اور تم ان کے مال اور اولاد کو کچھ وقعت نہ دو۔ اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے سبب سے ان کو دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں کفر کے حال میں نکلیں۔ اور جب کوئی سورہ اترتی ہے کہ اللہ پر ایمان کا حق ادا کرو اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کے لیے نکلو تو ان میں کے جو مقدرت والے ہیں وہ بھی تمھارے پاس رخصت مانگنے آ کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجیے ہم بیٹھنے والوں ہی کے ساتھ رہیں گے۔ انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ پیچھے رہ جانے والیوں کے ساتھی بنیں۔ اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے تو اب وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ البتہ رسول اور جو لوگ

اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں انھوں نے اپنے مال و جان سے جہاد کیا اور یہی ہیں جن کے لیے رحمتیں اور برکتیں ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ ان کے لیے اللہ نے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ بڑی کامیابی یہی ہے۔ ۸۴ - ۸۹

۱۵۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (۸۱)

'مُخَلَّفُوْن' سے مراد

'مُخَلَّف' کے معنی ہیں وہ جو پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ 'مُخَلَّفُوْن' سے یہاں ان لوگوں کو مراد لیا گیا ہے جو جھوٹے عذرات پیش کر کے تبوک کی مہم میں شریک ہونے سے گریز کر گئے۔ یہاں قرآن نے ان کے لیے 'مُخَلَّفُوْن' کا لفظ استعمال کر کے ان کی اصل حیثیت واضح کر دی ہے کہ بظاہر تو وہ اپنے زعم میں رسول سے رخصت حاصل کیے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں وہ پیچھے چھوڑے اور نظر انداز کیے ہوئے لوگ ہیں۔ ان کے باطن کو بھانپ کر اللہ کے رسول نے، ان کے عذرات لایعنی ہونے کے باوجود، صرف اس وجہ سے ان کی رخصت منظور کر لی کہ ایسے بزدل اور مفسد لوگ اپنے گھروں ہی میں بیٹھیں تو خیر ہے۔ جنگ کے لیے نکلیں گے تو معلوم نہیں کیا کیا فساد مچائیں۔

'خلاف' کا مفہوم

لفظ 'خلاف' قرآن میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک بے ترتیب کے معنی میں مثلاً اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ (۳۳ مائدہ) (یا ان کے ہاتھ اور پاؤں بے ترتیب کاٹ دیے جائیں) دوسرے بعد اور پیچھے کے معنی میں مثلاً اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا (۷۶۔ اسراء) (تو تیرے پیچھے یہ بھی کچھ زیادہ نہ ٹک سکیں گے) یہاں یہ اسی دوسرے معنی میں ہے۔ یعنی یہ لوگ اس بات پر بہت خوش ہیں کہ اللہ کا رسول تو اپنے جاں نثاروں کے ساتھ میدانِ جنگ کے لیے روانہ ہوا اور یہ بہانے بنا کر گھروں میں بیٹھے رہنے میں کامیاب ہوئے حالانکہ یہ کوئی خوشی کی بات نہیں بلکہ سوچیں تو ان کی شامت کی دلیل ہے۔ جو بھیڑ گلے یا چرواہے سے پیچھے رہ جاتی ہے شیطان بھیڑیا بن کر اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

'وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا' یہ 'فَرِحَ' کا ضد ہے۔ یعنی جو بات خوش ہونے کی تھی وہ تو ان کو ناگوار ہوئی